(۲۵)

پیر حسام الدین امیرا کدل کشمیر

دی کشمیر ناول ایجنسی

نام [illegible] مصنف [illegible]

نمبر کتاب ۱۱۲۸ قیمت [illegible]

پروپرائٹر

پیر حسام الدین جنرل مرچنٹ امیرا کدل کشمیر

M

شمسہ

حصہ دوم

جزیرہ سسلی کی نازنین

جسکو

بعد حصول جملہ حقوق

از

مصنف

حکیم رام کشن جنرل بک مرچنٹ شاہ عالمی دروازہ لاہور

نے

سنہ ۱۹۱۳ء

میں

...وک سٹیم پریس لاہور میں طبع کرائی

قیمت (فی جلد) (...)

مخزن مسمریزم

ایسا کوئی بشر نظر نہیں آتا جو یوگ کے نام سے بے بہرہ ہو۔ خدا شناسی و طاقت تسخیر اور کاشف و کرامات یہ سب بذریعہ یوگ ہی سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ ہمنے پبلک کی خواہشات کو پورا کرنے کی خاطر تیار کرایا ہے۔ کیونکہ جدھر نظر اٹھتی ہے۔ کثیر تعداد تسخیر کے شائقینوں کی نظر آتی ہے۔ اور چاروں طرف سے یہی صدائیں کانوں تک سنائی دے رہی ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے تمام خواہشات پوری ہوجاینگی۔ اس مسمریزم کے تمام حالات بذریعہ یوگ مفصل طور پر درج ہیں۔ عامل و معمول ہر دو کے طریق و شناخت معمول کو روشنضمیر کرکے دلچسپ واقعات کا معلوم کرنا۔ علم غیب کا جاننا دوسرے کی دلی بات کا جاننا اور کسی کو مطیع کرنا معشوق کو فریفتہ و شیدا کرنا وغیرہ وغیرہ قیمت لعہ

سوئیکا بٹیرا ۔ یعنے ہنر فن مولا حصہ دوم۔ یہ عجیب و غریب اور مفید عام کتاب ہے جس میں جاپان کی بہت سی صنعتوں کے مکمل بیانوں کے علاوہ جو جاپانی زبان سے ترجمہ کی گئیں کئی انگریزی کتابوں سے لیکر یورپ کی مفید عام صنعتوں کو مکمل بیان کیا گیا ہے۔ اور علاوہ ازیں اسمیں ہندوستان کی ان بیشمار صنعتوں کا بیان بھی کاریگروں سے دریافت کرکے کیا گیا ہے۔ جنکو آجکل مردہ صنعت خیال کیا جاتا ہے قیمت (۴ ر)

چلتا جادو ۔ یعنی ایک نہایت مفید اور پُراسرار کتاب جسمیں تسخیر کے عمل اور ہمزاد کو قابو میں لانے کیلئے عام سہل طریقے اور علم مقناطیسی یعنی مسمریزم کے ابتدائی حالات۔ اور اسکے ذریعہ امراض کا معالجہ سہل طریقوں میں بتلایا گیا ہے۔ نہایت قابل دید کتاب ہے۔ قیمت (۸ ر)

بنگال کا جادو ۔ اسمیں اوّل سے اخیر تک عملیات جنتر منتر۔ تنتر۔ سحر و طلسم وغیرہ درج ہیں۔ جو ایک بھی خطا نہیں کرتے۔ جس سے ہر ایک آدمی دلی تمنا پوری کر سکتا ہے۔ اور دشمن سے اپنا کام نکالنا اور بدلا لینا تو درکنار۔ دور دراز کے آدمی کو بھی اپنی اطاعت میں کر سکتا ہے۔ اور اسمیں چلہ وغیرہ کی تکلیف نہیں ہے۔ ہر ایک کام بخوبی انجام ہونیکی شرط۔ قیمت۔ (۱۰ ر)

علاج الاطفال ۔ بچوں کی پرورش کے متعلق نہایت ہی ضروری اور کارآمد ہدایات۔ اور انکی تمام بیماریوں کی ماہیت اور علاج درج ہے۔ اسکا ہر ایک گھر میں رہنا ضروری ہے۔ قیمت (۴ ر)

رسالہ علاج چشم ۔ اسمیں آنکھوں کی تمام تشریح معہ کل امراض اور آنکھوں کے بنانیکا حال معہ علاج درج ہے۔ قیمت۔ (۴ ر)

المشتہر حکیم رام کشن جنرل بک مرچنٹ شاہ عالمی دروازہ لاہور

گذارش

ناول آج کل بہت سے شایع ہیں۔ جن میں اکثر اوریجنل اور بعض ترجمے ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں سے اعلےٰ درجہ کے بہت کم ہیں:۔

گو اس میں شک نہیں کہ اعلےٰ مضامین کے قدردانوں کی تعداد ملک میں نہائت مختصر ہے۔ تاہم مذاق کی درستی اور مضامین میں درجہ علویت پیدا کرنا مصنف کا خاص فرض ہے

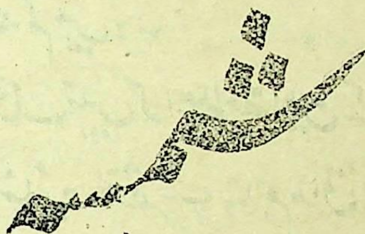
اس ناول کی اگر میں تعریف کرنے لگوں تو آپ کہینگے

"آپ اپنے منہ میاں مٹھو نہ بن"

اس لئے میں اپنے قلم کو ایسے الفاظ کی تحریر سے روکتا ہوں ساتھ ہی آپ سے انصاف کا دادخواہاں ہوں:۔

نیاز

مترجم



حصہ دوم

گیارھواں باب

ملا صاحب "عطاء اللہ سُن
میں نے تم کو الزام لگتے سنا ہے۔
لیکن اصل معاملہ سے واقف نہیں
ہوں۔ گو اسقدر جان چکا ہوں۔ کہ تم
کو بہت سخت الزام لگایا گیا ہے"
میں صرف اسقدر کہہ سکتا ہوں۔ کہ تم کو
خیانت مجرمانہ کا الزام لگایا گیا ہے۔
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرحوم احسن بیگ
نے تم پر اعتبار کر کے کوئی چیز تمہارے
سپرد کی تھی۔ لیکن تم کو اس الزام
سے انکار ہے اور تم بیگناہی کا دعویٰ
کرتے ہو۔ اور مجھکو تمہاری بیگناہی کا پورا
یقین ہے۔ لیکن تم۔ مجھکو کل سرگذشت
سناؤ۔ معاملہ کیا تھا۔

چنانچہ عطاء اللہ نے
کل سرگذشت مو بمو ملا صاحب
کو سنائی۔

ملا صاحب "واقعی یہ بہت ہی
عجیب بات ہے۔ جبکہ یہ صندوق
اسجگہ نہیں ملا۔ جہاں کہ تم نے دفن کیا
تھا۔ تو اس پر یقین کر لینا چاہیئے۔
کسی نے چرا لیا ہے۔ تو پھر تمہارے

سوا کسی اور کو بھی اس راز سے ضرور آگاہی ہوگی۔ غالباً کسی نے یا تو چھپکر تمہارا پیچھا کیا اور تمہاری حرکات کو دیکھتا رہا ہوگا۔ تم کیا خیال کرتے ہو؟"

عطاء اللہ:۔ "یہ ممکن ہے۔ لیکن میں نے غایت درجہ کی احتیاط برتی تھی۔ میں ہر ایک آہٹ پر کان لگائے ہوئے تھا۔ میرے خیال میں نہ تو کسی نے مجھکو دیکھا نہ سنا"

ملا صاحب:۔ "اور تمکو اس بات کا بھی یقین کامل ہے کہ کسی نے تم کو مرحوم سے باتیں کرتے نہیں سنا۔ یعنے جبکہ مرحوم۔ اس صندوق کے متعلق تم سے گفتگو کر رہا تھا۔

عطاء اللہ:۔ "مجھکو یقین کامل ہے"

ملا صاحب:۔ "واقعی حیران بنا دینے والا معاملہ ہے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ اس صندوق میں کیا تھا"

عطاء اللہ:۔ "میں نہیں جانتا۔ میں حلفیہ بیان کرتا ہوں۔ کہ اس کے اندر کا مجھکو کچھ بھی علم نہیں۔ صرف اسقدر جانتا ہوں۔ کہ مرحوم نے مجھسے کہا تھا کہ [illegible] صندوق میں [illegible] تمہارا [illegible] اور مجھکو [illegible] علم ہے کہ مرحوم وقتاً فوقتاً سونے کی سلاخیں خریدا کرتا تھا۔ چنانچہ میرا خیال ہے۔ کہ یہ اشیاء صندوق میں بند تھیں۔"

ملا صاحب:۔ "کچھ شک نہیں بھاری خزانہ ہوگا۔ جس سے ہر ایک شخص کو بددیانتی کی تحریک ہو سکتی ہے" اچھا تو وہ صندوق معہ خزانہ کے نہیں ملتا۔ میں تمکو کوئی مشورہ نہیں دیسکتا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ یہ ایک معمہ ہے جو مجھ سے حل نہیں ہوگا۔ لیکن تمکو ہرگز گوارا نہ ہوگا۔ کہ لوگ تم پر شک کرتے رہیں اور تم اپنا فرض خیال کرتے ہو کہ خزانہ اور چور کی تلاش کرو کہو کچھ پولیس کا بھی خیال کیا ہے؟"

عطاء اللہ:۔ "ہاں۔ لیکن جسقدر میں اس معاملہ کی غور کرتا ہوں۔ میرا دل یہی کہتا ہے۔ کہ اس معاملہ کی اطلاع پولیس کو کرنی فضول ہوگی۔ اس میں شک نہیں۔ کہ اگر انہوں نے خزانہ کا سراغ لگا لیا۔ تو نصف وہ اڑا کر ہضم کر جائینگے۔ بلکہ یہ یقینی امر نہیں۔ کہ وہ [illegible] کریں۔ [illegible]

وہ چوروں سے حصہ بخرہ کرنے میں
بڑے ہوشیار ہوتے ہیں۔"
ملا صاحب "آخر تم نے ایک خیال
تو ظاہر کیا۔ تو کیا تمہارے خیال میں
پہاڑ میں چور چھپے ہوئے تھے۔ جن کو
اتفاق سے صندوق کا پتہ ملگیا ہوگا"
عطاء اللہ "یہ قیاس غلط نہیں لیکن
میں نے اور مرحوم نے ملکر کئی روز
وہاں کاٹے تھے۔ ہم دونوں رات کے
وقت بھی اس پہاڑی میں شکار کھیلتے
رہے۔ لیکن ہم کو اپنے سوائے وہاں
کبھی کوئی نظر نہیں آیا"
ملا صاحب "عجیب۔ جسقدر میں
سنتا ہوں۔ اسیقدر میری حیرانی
بڑھتی جاتی ہے۔ تو اب پھر کیا کچھ
کرنے کا ارادہ ہے"
عطاء اللہ "ابھی میرا کوئی ارادہ
نہیں کیونکہ میں نے ابھی کوئی تجویز
نہیں سوچی۔ میں اول تو یہ کرونگا
شیراز میں جا کر وہ تمام روپیہ لاؤنگا
جو مجھکو مرحوم دیگیا تھا۔ اور آپکے
حوالے کرونگا۔ تاکہ آپ لیجا کر
دونوں وارثوں کے حوالے کردیں"
ملا صاحب "اسکی ضرورت نہیں
کیونکہ مرحوم اپنی حین حیات میں
تم کو دیگیا تھا"
عطاء اللہ "یہ سچ ہے لیکن میں
ہرگز رکھنا نہیں چاہتا۔ اگر میں نے
صندوق کا سراغ نکال لیا اور مجھکو
ملگیا۔ اس وقت اگر وہ دونوں مجھکو
میرا روپیہ خوشی سے واپس کرینگے۔ تو
میں لے لونگا۔ لیکن جب تک یہ
صندوق نہ ملے اور مجھ کو اس الزام
سے بریت حاصل نہ ہو میں انکی ایک
کوڑی بھی اپنے پاس نہیں رکھونگا۔
خواہ وہ مجھکو میرے مرحوم آقا نے ہی
کیوں نہ دی ہو"
ملا صاحب "میں تمہارے اس
ارادہ کی عزت کرتا ہوں لیکن ایسا کرنے
کیلئے تحمل اور استقلال ضروری ہیں
میرے خیال شاید اس سے مرزا
احسن پر کوئی رسوخ پڑجاوے"
عطاء اللہ "ایک پر البتہ پڑ گیا
لیکن دوسرے پر نہیں"
ملا صاحب "میں سمجھتا ہوں"
عطاء اللہ "ایسا کرنے سے میں
مفلس نہیں ہوجاؤنگا چونکہ مرحوم مجھکو
فیاضی سے تنخواہ دیا کرتا تھا اسواسطے
میں اپنے مشاہرہ سے کچھ بچالیا کرتا
تھا۔ مرحوم حق الخدمت بہت فیاضی

سے ادا کیا کرتا تھا۔ وہ ایسا شخص نہ تھا
کچھ عرصہ تک میں آزادی سے زندگی
بسر کرسکتا ہوں۔ بلکہ اس صندوق
کا سراغ نکالنے میں میں اپنا روپیہ
بھی صرف کرونگا"

ملا صاحب "تو ایسا کرنے کا تمہارا
مصمم ارادہ ہے۔ کسی کی امداد کی
تمکو ضرورت نہیں"

عطاءاللہ "ہاں میں پولیس کو
اس وقت اطلاع دونگا۔ جب کسی کا
گرفتار کرانا مدنظر ہوگا۔ لیکن مولوی
صاحب آپ سے میں کوئی راز
پوشیدہ نہیں رکھونگا۔ جب میں اپنی
تجویز ٹھان کر مصمم ارادہ کرلونگا۔ تو
پھر آپ سے اسکا تذکرہ کرونگا میں
آپ سے صلاح و مشورہ ضرور لونگا۔
اور غالباً آپ سے امداد بھی طلب کروں"

ملا صاحب "اگر مجھ سے کوئی خدمت
ہو سکی تو مجھ کو کوئی عذر نہ ہوگا۔
میں بڑی خوشی اور سچے دل سے
تمہاری امداد کرنے کو ہر وقت
تیار رہونگا"

اس کے بعد دونوں نے کھانا
کھایا۔ اور صبح کے وقت عطاءاللہ
رخصت ہوگیا۔ عطاءاللہ مدینا

پہنچکر کشتی میں خاموش سوار ہو کر
بیٹھ گیا۔ جس کمرہ میں عطاءاللہ بیٹھا
تھا۔ وہاں چند اخبار پڑے تھے
ان اخبارات کو عطاءاللہ نے
اٹھا کر دیکھنا شروع کیا۔ ایک
اخبار کے کالم میں اسکو حسب ذیل
اشتہار دکھائی دیا:۔

الپوطا ہے

"انسان کی شکل و صورت ایسی صفائی سے بدل دیتا
ہے کہ کوئی پہچان نہ سکے پہچانا جانا بالکل ناممکن ہے"

اس اشتہار کو دیکھ کر عطاءاللہ
کے دل میں ایک خیال قائم ہوگیا۔ ابتدا
میں اس کا ارادہ بھیس بدلنے کا
نہ تھا۔ لیکن اس اشتہار کو دیکھ کر
اس نے خیال کیا۔ کہ بھیس بدلنے
سے وہ اپنے مدعا میں بہت جلدی
کامیاب ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اس نے
یہی مصمم ارادہ کرلیا۔

نیپلز میں پہنچتے ہی پہلے وہ اس
بنک میں گیا۔ جہاں اس نے اپنا
روپیہ جمع رکھا ہوا تھا۔ اور اپنی
ضروریات کے متعلق جس قدر
زیادہ نقدی کی ضرورت تھی۔ وہاں
سے لیا۔ پھر اس نے دو دستاویز
لے کر جیب میں ڈال لیں جو مرحوم

احسن بیگ نے اس کو عطا کی تھیں اور
جن کے واپس کرنے کا اس نے مصمم
ارادہ کر لیا ہوا تھا۔"

اس کے بعد پھر وہ تجارتی دوکانوں
میں گیا۔ اور وہاں کی طرز گفتگو
برتاؤ وغیرہ۔ نشست برخاست
الغرض کہ تاجروں کی ہر ایک بات
کا مشاہدہ کیا اسکے بعد وہ ابو طاہر
کی دوکان پر پہنچا جسکی نسبت اُسنے
اخبار میں اشتہار دیکھا تھا"

ابو طاہر "فرمائیے صاحب میں
آپکی کیا خدمت کرسکتا ہوں۔ ابو طاہر
کی صورت سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ وہ
ہر ایک شخص کو جو اس کے پاس
آوے مجرم تصور کرتا ہے کیونکہ جو
کوئی بے گناہ ہو۔ اس کو بھیس
بدلنے کی کیا ضرورت ہے"

عطاء اللہ۔" ابو طاہر صاحب کچھ
عرصہ کے لیئے میں صورت کا تبدیل
کرنا نہایت ضروری خیال
کرتا ہوں۔ جب میں کوئی خاص مدعا
ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ تم میری
صورت کو ایسی صفائی سے بدل دو
کہ وہ لوگ جنکے ساتھ میں نشست و
برخاست کیا کرتا ہوں وہ بھی مجھ کو
پہچان نہ سکیں"

ابو طاہر "(مسکراکر) صاحب یہ
کوئی مشکل کام نہیں۔ ٹھیرو میں
دیکھوں۔ تو آپ کا چہرہ بخوبی بدلا
جاسکتا ہے اب آپ یہ بتائیں کہ کیسی
شکل صورت بنا دوں"

عطاء اللہ "میں چاہتا ہوں۔ کہ
میری شکل تاجروں کی سی ہو جائے
یعنی جیسے کہ جوہریوں کی ہوتی ہے"

ابو طاہر "ایسی صورت تو میں بنا
دونگا۔ لیکن آپ کو یہودیوں کی
مانند گفتگو کرنی ہوگی۔ کیا تم اسطرح
گفتگو کرسکو گے"

عطاء اللہ "لیکن نیپلز میں سب
ہی جوہری یہودی نہیں ہیں اور
فرقہ کے لوگ بھی تو ہیں"

ابو طاہر "یہ سچ ہے۔ لیکن وہ
کمتر اپنے کاروبار میں چنداں سرسبز
نہیں ہوتے۔ اور میرے خیال میں
نیپلز میں شاذ و نادر ایسے ہیں کوئی
جوہری ہوگا۔ جو جوہری اکثر یہودی ہی
ہوا کرتے ہیں"

عطاء اللہ "لیکن میں یہودی
کی مانند گفتگو نہیں کرسکونگا۔ اور
[illegible]

ہی نہیں ہے اور سسلی میں تو نام تک کو کوئی یہودی نہیں ہے۔ تم اپنی طرف سے پوری کوشش کرو۔ کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھو۔ اس میں میرا کوئی خاص مدعا ہے"۔

ابوطاہر" یہ ایک پورا کھیل ہے میرے ایک دوست نے ایسا کیا تھا اور لیورنو میں اُس نے دوکان کھولی۔ اندلس میں ملاحوں وغیرہ کے پاس بہت سے جواہرات تھے وہ کہیں سمندر سے لائے تھے اگر وہ چاہتا۔ تو بہت ہی سستے خرید سکتا تھا۔ لیکن اُس نے گراں قیمت پر خریدنے شروع کیے۔ چنانچہ اسطرح سے کئی آدمیوں کا بہت مال مار کر کہیں بھاگ گیا"۔

ابوطاہر غضب کا باتونی شخص تھا۔ چنانچہ جب وہ اپنا کام کر چکا۔ تو عطاءاللہ اُسکا حق الخدمت اُسکو دیکر وہاں سے روانہ ہوا۔ پھر اُسنے ایک سیاہ لباس خریدا۔ اس وقت اسکی عمر چالیس سال کی معلوم ہوتی تھی حالانکہ اُس کی عمر ساٹھ برس سے اوپر تھی۔ پھر اُس نے چھاپہ خانہ میں جاکر اپنے نام کے کارڈ چھپوائے اور کئی دوکانوں سے اُسنے ضروری اشیاء بھی خرید کرلیں۔ جو اُسکے کاروبار کے لیے ضروری تھیں۔ جب سب کام سے فارغ ہوگیا تو پھر کشتی پر واپس آیا اور ناخدا مفصلہ ذیل گفتگو ہوئی۔

عطاءاللہ" آج مسینا کیطرف سفر کرنے کیلیے بہت عمدہ دن ہے"۔

ناخدا" ہاں صاحب۔ کیا آپ مسینا میں ٹھہرینگے"۔

عطاءاللہ" نہیں میرا ارادہ ہے کہ میں اس جزیرہ میں جاکر اپنے چچا سے ملوں۔ میرا چچا بہت ہی ضعیف العمر ہے۔ جسے میں نے مدت سے نہیں دیکھا۔ وہ امیر آدمی ہے اور ممکن ہے کہ کچھ مجھکو بھی دیجائے چنانچہ بہتر ہے کہ اُسکے مرنے سے پیشتر اسکی کچھ خدمت کیجاوے"۔

ناخدا" اچھا تم بڑے خوش قسمت ہو کہ تمہارا چچا امیر کبیر ہے۔ مجھے امید نہیں کہ وہ تمہیں مایوس کرے"۔

عطاءاللہ" نہیں مجھکو اُس کی چنداں پرواہ نہیں شاید تم نے اس کا نام سنا ہوگا۔ اُسکا نام یعقوب طاہری ہے"۔

ناخدا ”سینا میں تو یعقوب
ظاہری کوئی نہیں“
عطاء اللہ ”اچھا تو میں سینا کی سیر
ہی کر آؤنگا۔ اور پھر تمہارے ساتھ
ہی واپس آؤنگا“
چنانچہ جب کشتی سینا میں پہنچی تو
عطاء اللہ نے ملا صاحب کے مکان کا پتہ لیا۔
عطاء اللہ ”کیا آپ ہی مشہور و
معروف ملا صاحب ہیں“
ملا صاحب ”شاید میں مشہور و
معروف ہوں۔ لیکن تم تو اجنبی ہو۔
اور مجھکو کیسے جانتے ہو۔ میں تمہاری
کیا خدمت کرسکتا ہوں۔ تمہاری
شکل ولباس سے ظاہر ہوتا ہے
کہ تم ملاذوطیں اجنبی ہو“
عطاء اللہ ”یہ میں پہلی دفعہ ہی
نہیں آیا۔ میں اسی جگہ پہلے بھی
آپ سے مل چکا ہوں“
ملا صاحب ”یہ تعجب کی بات ہے
مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے تم کو
کبھی دیکھا ہو۔ لیکن چونکہ تم کہتے ہو
غالباً درست ہوگا“
عطاء اللہ ”میں اپنے چچا عطاء اللہ
کا ایک پیغام لیکر آپکے پاس آیا ہوں“
یہ سنتے ہی ملا صاحب کا چہرہ
کسیقدر زرد ہوگیا۔ اور وہ
خوف سے چونک پڑا:۔
ملا صاحب ”کیا پیغام ہے۔ کیا
عطاء اللہ تمہارا اچھا ہے۔ یا خدا
وہ اچھا ہو نہیں بتاؤ“
یہ سنکر عطاء اللہ کھل کھلا کر
ہنس پڑا:۔
عطاء اللہ ”خوب اگر ملا صاحب
مجھکو پہچان نہیں سکے۔ تو مجھکو کوئی
بھی پہچان نہیں سکتا اور مجھکو سینا
میں کچھ خوف نہیں۔ کیا آپ یہی
نہیں۔ یقین کرنا ناممکن ہے لیکن
میں بھی عطاء اللہ ہوں اور تم کو
اس بات کا یقین دلاتا ہوں اور وہ
روپیہ لے کر واپس آیا ہوں جو تمہارے
ہاتھ مجھکو مرزا احسن کو بھیجنا ہے“
ملا صاحب ”عطاء اللہ تم نے
غضب کا بھیس بدلا ہے۔ ہرگز
یقین نہیں آتا تھا۔ کہ کوئی شخص
اسطرح کا بھیس بدلے جو بالکل پہچانا
ہی نہ جاوے۔ لیکن تم نے کیا تجویز کی ہے
مجھے تو بتاؤ تمہارے اس بھیس کے
اختیار کرنے سے مجھکو یقین ہوگیا
ہے۔ کہ تو نے اس صندوق کا سراغ
لگا لینے کی ٹھان لی ہے“

عطاء اللہ "میری تجویز بالکل سادہ ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ میں کامیاب نہ ہوں، یہ تو یقینی امر ہے کہ چور کیواسطے سونے کی سلاخیں اور جواہرات کسی مصرف کے نہیں جبتک کہ وہ انکو کسی فائدہ پہ فروخت کر سکے آج سے میرا نام آفندی جوہری ہوگا اور چند روز کے بعد جب تم کوٹا سے واپس آجاؤ گے میں مسینا میں ایک دوکان کھولونگا - جہاں مجھکو امید ہے کہ وہ چور جس نے صندوق چرا لیا ہے میرے پاس جواہرات وغیرہ فروخت کرنے آوے گا"

ملا صاحب خاموش ہو کر عطاء اللہ کی طرف دیکھنے لگے :-

ملا صاحب "عطاء اللہ - واقعی عجیب یہ ایک بہت عمدہ چال ہے بشرطیکہ کامیاب ہو جاوے"

عطاء اللہ "لیکن اول تم اس دو پیڑو کو کوٹا لیجاؤ میں تمہارا انتظار نہیں کرونگا اور صبح کیوقت مسینا میں واپس چلا جاؤنگا - تم کبھی واپس آنکر میری دوکان میں آنا مہینے سے ہر روز اخبار تو تم کو آتا ہے اسمیں میرا پتہ دیکھ لینا"

ملا صاحب "بہت اچھا خدا تمہاری مدد کرے اور تم کو کامیاب کرے۔ اگر یہ تجویز کامیاب ہو جاوے تو اسے معجزہ خیال کرنا چاہیئے"

بارھواں باب

مسینا میں دوکان کرایہ پر لینا

کچھ چنداں مشکل کام نہ تھا چنانچہ عطاء اللہ نے اپنے مطلب کے موافق ایک دوکان کرایہ پر لی جسکے دو کمرے تھے ایک کمرہ تو اُس نے دوکان بنالیا اور دوسرا اپنے لیے خاص کرلیا جہاں پہ وہ اپنے بیوپاریوں کے ساتھ بیٹھ کر خفیہ گفتگو کر سکے۔

بہانہ سازی کے طور پر اُس نے چند اوزار بھی اپنے پاس رکھ لیے جن سے یہ ظاہر ہو کہ وہ اپنے ہاتھ سے کام لیا کرتا ہے دوکان کا بخوبی انتظام کر کے پھر اُس نے بذریعہ اشتہار اپنے کو عوام الناس میں مشہور کرنا شروع کیا مسینا میں ایک اخبار بہت ہی مشہور تھا جسکا ایڈیٹر بھی چلتا پرزہ تھا چنانچہ اس اخبار میں عطاء اللہ نے اپنے متعلق ایک اشتہار دیا جس میں یہ

اُس نے اپنی دوکان کا مفصل پتہ اور اپنے کاروبار کی نسبت خوب لمبا چوڑا مضمون شائع کرایا۔ لوگوں کی رائے تھی کہ مسینا چونکہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا لہذا جوہری پن کا کاروبار وہاں بخوبی نہیں چلے گا۔ اُن کا خیال تھا۔ کہ اس کا ارادہ ضرور قزاقوں اور چوروں سے مال خریدنے کا یا اُن کے ساتھ شراکت کرنے کا ہے لیکن اُس نے ان کے اعتراضوں کا کوئی جواب نہ دیا اور خاموش ہوکر اپنا کاروبار شروع کر دیا۔ جس قدر لوگ اُسکی نسبت ذکر کرتے تھے اُسی قدر اُس کی مشہوری گویا زیادہ ہوتی تھی "

سب سے پہلے اُسکو ملا صاحب اُسکی دوکان میں ملنے کیلئے گئے:۔

ملا صاحب " کہو۔ تم نے دوکان تو اچھی جگہ لی ہے اور میرے دل سے دعا یہ ہے کہ تم اپنے مدعا میں کامیاب ہو جاؤ۔ آفندی صاحب میں تم کو مبارکباد دیتا ہوں "

چونکہ اسوقت اسکی دوکانمیں کوئی شخص نہ تھا لہذا دونوں آزادی سے اور بلا روک ٹوک گفتگو کر سکتے تھے:۔

عطاءاللہ " تم مجھ کو یہ بتاؤ۔ کہ احسن بیگ کا کیا حال ہے؟ "

ملا صاحب " وہ اب بہت اچھا ہے اور دن بدن اُسکی صحت ترقی پر ہے۔ اور کبھی اس کے اچھے ہونے میں کوئی کلام نہیں کیونکہ اُسکی دایہ ایک ایسی عورت ہے۔ جس کی زیر نگرانی قریب المرگ انسان بھی دوبارہ جی اُٹھے "

عطاءاللہ " اچھا تو گویا شمسہ اُسکی حفاظت کرتی ہے "

ملا صاحب " ہاں میں ابھی کوئی نتیجہ نہیں نکال سکتا۔ یہ تو یقینی امر ہے کہ مرزا احسن تو شمسہ پر عاشق ہے لیکن واقعات سے یہ بھی ثابت ہے کہ احسن بیگ بھی اُس پر جان و دل سے عاشق ہو جاویگا۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ انجام کیا ہوگا دیکھا چاہیئے "

عطاءاللہ " اور شمسہ کی صورت یا چال ڈھال سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ "

ملا صاحب " کچھ کہا نہیں جاتا وہ دونوں کے ساتھ بڑی مہربانی سے سلوک کرتی ہے۔ لیکن احسن بیگ

کی طرف اسکی زیادہ توجہ ہے کیونکہ ہر
وقت اُسی کے پاس بیٹھی رہتی ہے"
عطاء اللہ " تو احسن ابھی تک راجہ
صاحب کے مکان میں ہی ہے"
ملا صاحب " ہاں ۔ میں دیر تک راجہ
صاحب سے باتیں کرتا رہا تھا ۔ اور
اُنکی گفتگو سے ظاہر ہوتا تھا کہ احسن بیگ
جب تک بالکل اچھا نہ ہو جاوے
اُنہی کے مکان میں رہیگا"
عطاء اللہ " خوب یہ سُنکر مجھکو غایت
درجہ کی خوشی ہوئی اس خوشخبری سے
میرا بہت کچھ فکر دور ہو گیا ہے ۔
اب تم بتاؤ اُن دستاویزوں کی
نسبت کیا کچھ گفتگو ہوئی ۔ اور انہوں
نے کیسے اُن کو منظور کیا ؟"
ملا صاحب " جیسا تم نے کہا تھا
ویسا ہی ہوا ۔ احسن بیگ نے اُنکے
لینے سے قطعی انکار کر دیا اور بہ ضد
ہو کر کہا کہ واپس کر دئے جاویں
لیکن دوسرے نے اُنکو لیلیا ۔ اور
کہنے لگا کہ جو کچھ تم کو بھیجنا چاہئے تھا
اسکا وہ عشر عشیر بھی نہ تھا ۔ میں
اس مرزا احسن کی نسبت کوئی رائے
قائم نہیں کر سکتا ۔ اُس کے بشرہ
سے ظاہر ہوتا ہے اُس پر کسی قسم کا
اعتبار یا بھروسا کرنا اچھا نہیں
کیا یہ ممکن نہیں کہ اُس نے ہی
صندوق نکال لیا ہو ؟
عطاء اللہ " نہیں ۔ یہ ممکن نہیں
کیونکہ اُسکو معلوم تک نہ تھا کہ کہاں
ہے اور جب تک کہ میں دونوں
کو غار میں نہیں لے گیا"
ملا صاحب " تم کو اس بات کا
پورا یقین ہے ۔ میں اس معاملہ پر دیر
سے غور کر رہا ہوں اور یہی نتیجہ بار بار
نکالتا ہوں کہ یا تو اُسنے صندوق
نکالا ہے یا راجہ صاحب اور اُسکے
بھائی نے"
عطاء اللہ " اُنکو معلوم تک نہ
تھا کہ کہاں پر دفن ہے"
ملا صاحب " جس شب کو تم
کوٹالو میں آئے تھے کیا تم نے اُنسے
ذکر نہیں کیا تھا"
عطاء اللہ " ہاں ۔ ذکر تو میں نے
کیا تھا ۔ لیکن ہم راجہ صاحب کے
مکان میں سوئے تھے سو وہ کچھ
نہیں کر سکتے تھے"
ملا صاحب " لیکن نہ کرنے کی آخر
کچھ وجہ بھی بیان کرو ۔ میں کہتا ہوں
کہ دونوں بھائیوں میں سے ایک نے

ضرور کیا ہے یعنی میرا مطلب یہ
ہے کہ ایسا کرنا ممکن تھا۔ تم اسوقت
صندوق کو غار میں چھپانے کے لئے
گئے تھے جبکہ میں اور راجہ صاحب
بیٹھے باتیں کر رہے تھے چنانچہ یہ ممکن
ہے کہ کوئی شخص اُسی شب کو راجہ
صاحب کے مکان سے نکلکر تمہاری
واپسی پر صندوق نکال لیگیا ہو"
عطاء اللہ " ہاں یہ سچ ہے اور ایسا
ممکن ہے"
ملا صاحب " اور پھر مرزا احسن
اور راجہ صاحب نے بھی تمکو الزام
شرع کر دیا۔ مجھکو احسن بیگ یا
عبداللہ پر شبہ نہیں ہے لیکن دوسرے
دونوں پر ہے۔ لیکن وہ بالکل
تمہارے مخالف تھے۔ تمہارے
خیال میں دونوں میں سے کس نے
یہ فعل کیا ہوگا"
عطاء اللہ " ان میں سے کسی نے
بھی نہیں کیا۔ اسکی میں حلف
اٹھا سکتا ہوں"
ملا صاحب " بہت اچھا تمہارے
اس خیال کو سنکر مجھکو ایک گونہ
خوشی ہوئی ہے میرا بھی یہ خیال
نہ تھا لیکن میں اس امر کے دریافت
کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ مبادا
تعصب سے شبہ پیدا ہو گیا ہو۔ اگر
مجھکو دریافت ہوتا تو مجھکو سخت
رنج ہوتا۔ لیکن چونکہ تمہارا دل صاف
ہے لہذا تم ضرور کامیاب ہو جاؤگے
احسن بیگ نے تمکو ایک پیغام
بھی بھیجا ہے"
عطاء اللہ " ہاں خدا اُسکا بھلا
کرے وہ سچا شریف آدمی ہے مجھے
افسوس اس بات کا ہے کہ وہ تنہا
ہی وارث نہ ہوا"
ملا صاحب " دونوں میں معاملات
بالکل سادہ ہو نگے لیکن یہ اُسکا
پیغام ہے"
یہ کہکر ملا صاحب نے ایک کاغذ
لپٹا لپٹایا اُس کے ہاتھ میں دیدیا
جسے اُسنے کھولکر پڑھا۔
"پیارے عطاء اللہ میں اب
کسی قدر اچھا ہوں۔ شمسہ بیگم میری
نگران حال ہے وہ بڑی مہربانی
اور ہمدردی سے میرے ساتھ پیش
آتی ہے خدا نے چاہا تو مجھکو بہت
جلدی آرام ہو جائیگا پھر میں چور
کی تلاش میں حتی الامکان تمہاری
امداد کرونگا جیسے کہ میرے مرحوم چچا کا

صندوق چرایا ہے خواہ کچھ ہی ہو
یاد رکھنا کہ مجھکو تم پر ذرہ بھر شک کبھی
نہیں نہ ہی کسی قسم کی بدگمانی ہے میں
بستر پر تکیوں سے سہارا لگا کر یہ خط
لکھ رہا ہوں شمسہ میرے پاس بیٹھی ہے
اور تمہارے حق میں دعائے نیک
مانگ رہی ہے یہاں ہم سب اچھے ہیں
مرزا احسن ہر روز میری خبر لینے آیا
کرتا ہے اسکو میری صحت کا بہت
فکر ہے تاکہ میں اپنے مکان میں واپس
جاؤں جہانگیر کا انتظام اسنے اپنے
ہاتھوں میں لے لیا ہے اور امید ہے
کہ سب کچھ درست ہو جائیگا مجھے
افسوس ہے کہ میں اس وقت بہت
ہی بیمار تھا جب تم یہاں سے گئے تھے
ورنہ میں اس حال میں کبھی نہ جانے
دیتا کیونکہ مرزا احسن کے برابر بات
کرنے کا مجھکو بھی حق تھا لیکن جس
وقت مجھکو آرام ہو گیا میں تم سے
ملونگا اور ایک تجویز کرینگے جو روپیہ
تم نے بھیجا ہے اس کی مجھکو ضرورت
نہیں لیکن میرے بھائی نے حماقت
سے لیلیا ہے میں تو اسکی ایک کوڑی
کو بھی کبھی اور ہرگز ہاتھ نہیں لگاؤنگا
اور کسی روز تم کو واپس دینے کیلئے
آؤنگا۔ مجھکو امید ہے کہ تم اپنی موجودہ
حالت میں خوش ہوگے ملا صاحب
بھی چونکہ تم سے اکثر ملا کرتے ہیں
وہ بہت ہی نیک آدمی ہیں۔ اور
مجھکو ان سے ایک گونہ الفت
ہو گئی ہے تمہارا سچا خیر خواہ دوست
"احسن بیگ"

ملا صاحب :- اچھا۔ اسکو مجھ سے
ایک گونہ الفت ہو گئی ہے واقعی وہ
شریف نوجوان ہے اور دوسرا اسکا
ذکر کرنا فضول ہے۔ وہ کسی
روز اپنا اصلی رنگ دکھائیگا۔ اگر
احسن بیگ زندہ رہا تو کوٹالو میں
ہر ایک شخص کو اس کی ذات سے
فائدہ متصور ہوگا اور مجھکو یقین ہے
کہ احسن بیگ کے ساتھ شمسہ بیگم
کی شادی ہو گی۔ دوسرا مایوس ہی
رہیگا"

عطاء اللہ :- خدا کرے ایسا ہی ہو
اسکے بعد کوٹالو کے متعلق دونوں
میں گفتگو ہوتی رہی۔ سراج الدین
اور اسکا بھائی پھر واپس نہ آئے
تھے لیکن ان کے مزارعان اسکی
جاگیر پر کام کرتے تھے اور بظاہر امید
نہ پڑتی تھی کہ پھر کوئی فساد ظاہر ہوگا

لیکن ہر ایک شخص اُن دولوبھائیوں سے خائف تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ملا صاحب رخصت ہوگئے اور پھر ملنے کا وعدہ کر گئے۔ چند روز کے بعد عطاءاللہ کا کام چل پڑا۔ بیوپاریوں نے آنا شروع کر دیا چنانچہ ایک شخص اپنی انگوٹھی میں نگینہ جڑوانے کیواسطے آیا۔

شخص ”کیوں صاحب اس نگینہ کے جڑنے کے واسطے آپ کیا اجرت لینگے؟“

عطاءاللہ نے انگشتری اور نگینہ لے لیا اور آنکھوں پر عینک لگا کر دیکھنا شروع کیا۔ عطاءاللہ کے لئے نگینہ جڑنا ناممکن تھا۔ کیونکہ وہ اس کام سے بالکل ناواقف تھا اُس نے کسی اور مدعا سے دوکان کھولی تھی۔

عطاءاللہ ”پانچ درہم“

شخص ”تو پھر آپ اسکو بہت جلدی کر دیں۔ میں کب لینے آؤں“

عطاءاللہ ”چونکہ میرے پاس کام بہت ہے اور فرصت بہت کم ہے اسواسطے میں جلدی کر دینیکا وعدہ نہیں کرتا“ یہ بہانہ عطاءاللہ نے اسواسطے کیا تھا کہ وہ خود کر سکتا ہی نہ تھا اُسکا ارادہ تھا کہ نیپلز میں بھیجکر اسے جڑوائے۔

شخص ”ایک ماہ تک تیار کر دوگے“ میں پھر آج ہی کے روز آؤنگا۔ کیونکہ میں اپنی زوجہ کو اُسکی سالگرہ کی تقریب پر دینا چاہتا ہوں“

عطاءاللہ ”ہاں ایک ماہ میں تیار ہو جائیگا“

چنانچہ شخص انگوٹھی اور نگینہ دیکر چلا گیا۔ اور عطاءاللہ نے اُسکو نیپلز میں بھیجنے کا انتظام شروع کیا۔

لیکن ایک مہینہ کے اندر اُس کے کاروبار میں اس قدر فروغ ہوا کہ اُس نے ایک جوہری کو نوکر رکھنا ضروری خیال کیا۔ چنانچہ ایک جوہری کو اُس نے معقول تنخواہ پر نیپلز سے بلوا کر نوکر رکھ لیا جسنے کاروبار دوکان میں ہی شروع کر دیا۔

ایک روز عطاءاللہ اپنے کمرہ میں بیٹھا ہوا تھا اور کاریگر دوکان میں بیٹھا کام کر رہا تھا کہ عطاءاللہ کو اپنی دوکان پر کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی اُسنے اُٹھکر دروازہ کی اوٹ سے لگ کر دیکھنا شروع کیا اور سراج الدین کے بھائی صفدر کو اپنی دوکان میں داخل ہوتے دیکھ کر حیران ہو گیا۔

صفدر ۔۔ (دکاندار سے ترش مزاجی کے ساتھ) کیا تم ہی آفندی جوہری ہو؟"

عطاء اللہ ۔۔ (دروازہ سے نکلکر) صاحب میں ہوں۔ میں آپکی کیا خدمت کرسکتا ہوں"

صفدر ۔۔ میرے خیال میں تم اسوقت تنہا ہی ہو"

عطاء اللہ ۔۔ میرا کاریگر بھی دوکان میں موجود ہے"

صفدر ۔۔ میں تم سے تنہائی میں گفتگو کرنی چاہتا ہوں"

عطاء اللہ ۔۔ تو پھر آپ میرے ساتھ آجاویں"

یہ کہکر عطاء اللہ اسکو اپنے کمرہ خاص میں لے گیا۔ اور دروازہ بند کرکے صفدر کو چوکی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا:۔

صفدر ۔۔ تم سونے چاندی کا بھی کام کرتے ہو اور علاوہ بریں جواہرات وغیرہ بھی صاف کرتے ہو۔ میرے خیال میں تم خرید بھی لیتے ہوگے"

عطاء اللہ ۔۔ میں دیانتداری سے ہر ایک کام کرکے اپنا ٹکڑا کما لیتا ہوں۔ گلوبند ہو۔ انگشتری ہو خواہ کوئی زیور ہو میں اس کی مرمت کر لیتا ہوں اگر کوئی پرانا سونا لائے اور وہ سستا ہو تو میں خرید بھی لیتا ہوں۔ اگر کوئی جواہر فروخت کرنے کو لادے اور اس میں مجھ کو فائدہ نظر آوے تو مجھکو خرید لینے میں کوئی عذر نہیں ہوتا"

صفدر ۔۔ ٹھیک اگر میں غلطی پر نہیں۔ تو غالباً تم یہاں نئے ہی وارد ہوئے ہو"

عطاء اللہ ۔۔ مجھ کو یہاں آئے دو مہینے ہوئے ہیں"

صفدر ۔۔ خیر اس عرصہ میں بہت سے واقعات پیش آسکتے ہیں میرا نام صفدر جنگ ہے میں خلیج پٹی کے جزیرہ میں رہتا ہوں۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ میرے گھر سے ایک صندوق خزانہ کا بھرا ہوا چوری ہو گیا تھا۔ اس صندوق میں ہمارے خاندان کا خزانہ اور موروثی جواہرات تھے۔ میرا والد اپنی زندگی میں سونے کی سلاخیں بڑی خوشی سے خرید اکرتا تھا کسی دشمن کو اس کی خبر لگ گئی اور میرے اور میرے بھائی کی عدم موجودگی میں اُس صندوق کو چرا لیا"

عطاء اللہ ۔۔ واقعی مجھکو بہت رنج ہے

لیکن اس میں آپ کی کیا خدمت
کرسکتا ہوں"
صفدر:- اس میں شک نہیں کہ سرقہ
کا مال تمہارے پاس فروخت کیلئے
اکثر آتا ہوگا میرے خیال میں تم
خریدتے بھی ضرور ہوگے۔ چنانچہ
ممکن ہے کہ جس نے یہ چرایا ہے
وہ فروخت کے لیئے تمہارے پاس
لاوے تو تم اس کے گرفتار کرانے
میں ہماری امداد کرسکتے ہو"
عطاء اللہ:- میں دل سے چاہتا
ہوں کہ میں آپ کی خدمت کرسکوں
لیکن مجھ کو نہ تو علم ہے کہ اس صندوق
میں کیا کچھ تھا نہ ہی آپ اچھی طرح
سے حلیہ بتا سکتے ہیں پھر اس حال میں
کس طرح پہچان سکتا ہوں۔ کہ
مالمسروقہ ہے"
صفدر:- وہ سونا جس دوکان سے
خریدا گیا تھا۔ اس پر ان دوکانوں
کی مہر ہوگی اس مہر سے تم بخوبی
پہچان سکتے ہو"
عطاء اللہ:- اچھا تو کس کس دوکان
کی مہر لگی ہوگی"
صفدر:- یہ نہیں میں کہہ سکتا میرا
والد ہم سے بھی خفیہ لیا کرتا

تھا لیکن یہ مجھکو یقین ہے کہ اگر کوئی
شخص سونے کی ایسی سلاخ فروخت
کے لیئے لائے جس پر کہ مہر لگی ہو وہ
ضرور ہماری ہوگی اور اگر ایسا ہو تو
تم مہربانی کر کے ہم کو ضرور خبر دینا
تم خود کچھ نہ کرنا۔ نہ ہی کسی دوسرے
سے ذکر کرنا۔ سمجھ گئے ہو"
عطاء اللہ:- صاحب میں آپ کی
بات بخوبی سمجھ گیا ہوں اور تمہاری
خواہش کے پورا کرنے میں اگر ممکن
ہوسکا تو مجھ کو کوئی عذر نہ ہوگا۔ تم
مجھ کو کوئی ایسی اطلاع دے سکتے ہو
جس سے میں اسکو پہچان لوں"
صفدر:- افسوس نہیں میرا بھائی
بخوبی بتا سکتا ہے لیکن وہ کہیں
باہر گیا ہوا ہے۔ چند روز ہوئے
وہ ایک لڑائی میں زخمی ہوگیا تھا
اور تبدیل آب و ہوا کے لئے سفر
کر رہا ہے"
عطاء اللہ:- زخمی کے لئے سفر
میرے خیال میں صاحب مضر ہوتا ہے
آرام کی زیادہ ضرورت ہوا کرتی ہے"
صفدر:- خیر وہ کافی آرام کر رہا ہے
لیکن تم مجھکو اطلاع دوگے جس وقت
تمہارے پاس کوئی ایسی چیز لاوے

جسکا تم کو شُبہ ہو جاوے کہ مسروقہ ہے تو تم مجھ کو خبر بھیجدو گے "

عطاء اللہ "بہت اچھا میں ضرور خبر دونگا "

صفدر "میں ابھی چند روز تک مسبنا میں رہونگا۔ کیونکہ شائد کوئی سراغ ملجاوے۔ میں تم کو اپنا پتہ لکھ کر دے دیتا ہوں "

چنانچہ اُس نے ایک کاغذ پر اپنا پتہ لکھدیا اور بیس درہم عطاء اللہ کی میز پر رکھ کر چل دیا۔

عطاء اللہ (دل سے) کیا کیا جاوے کیا یہ ممکن ہے کہ صفدر کو اس صندوق کا علم نہیں کیا یہ ممکن ہے کہ اس نے نہیں چورایا موجودہ واقعہ سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ بیگناہ ہے۔ کیا نتیجہ نکالا جاوے۔ چنانچہ عطاء اللہ نے ملا صاحب کو ایک خط لکھکر ڈاک میں ڈال دیا تاکہ وہ جلدی آجاویں "

اُسی روز شام کے وقت عطاء اللہ کو پھر اپنی دوکان کے زینہ پر بھاری قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ جلدی سے اُٹھ کر دروازہ کے پاس گیا اور مرزا احسن کو دیکھ کر سکتہ کے عالم میں کھڑا رہ گیا۔

تیرھواں باب

عطاء اللہ مرزا احسن کو دیکھ کر خوف سے کانپنے لگ گیا کہ مبادا وہ اسے پہچان لے تو پھر بنا بنایا کھیل بگڑ جاوے لیکن مرزا احسن کو خواب و خیال تک نہ تھا کہ آفندی جوہری دراصل عطاء اللہ ہی ہے۔

مرزا احسن "آپ ہی آفندی جوہری ہیں؟"

عطاء اللہ "ہاں صاحب میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں "

مرزا احسن "یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ کیا کر سکتے ہیں تاہم ممکن ہے کہ آپ سے مجھکو بہت کچھ امداد مل جاوے اور اگر آپ میرا کام خاطر خواہ سرانجام دیں۔ تو میں آپکو دولتمند بنا دونگا ذرا غور سے سُنو "

عطاء اللہ "آپ فرماویں۔ میں غور سے سُنتا ہوں۔ میرے خیال میں مناسب ہوگا کہ آپ میرے کمرہ خاص میں چلیں پھر وہاں باتیں کرینگے چنانچہ دونوں اس کمرہ میں جاکر بیٹھ گئے۔

عطاء اللہ نے چراغ کی بتی کو ذرا تیز کر دیا "

مرزا احسن :- صاحب من۔ مجھے یقین ہے کہ آپ جوہری ہیں۔ کیونکہ آپ کے اشتہارات سے یہی ظاہر ہوتا ہے اور تم میرے خیال میں جواہرات و زیورات وغیرہ خرید بھی لیتے ہونگے چونکہ یہ کام بہت وسیع ہے مجھے امید ہے کہ آپ کے پاس قیمتی جواہرات اتنے ہوں گے "

عطاء اللہ :- صاحب میرا کام آپکے خیال سے بڑھکر وسیع اور بھاری ہے میں نہ صرف جواہرات ہی خریدتا ہوں بلکہ سونا چاندی بھی خریدا کرتا ہوں۔ مجھکو اگر موقع ملجاوے اور یہ امید ہو کہ فائدہ ہوگا تو میں غالباً خرید ہی لیا کرتا ہوں "

مرزا احسن :- ٹھیک سوداگروں کا یہی طریق ہوا کرتا ہے مجھے اس بات کی زیادہ خوشی ہے کہ تم فارسی بخوبی سمجھ اور بول لیتے ہو۔ تم نے شاید مختلف ممالک کی سیر تو ضرور کی ہوگی "

عطاء اللہ :- ہاں صاحب میں نے ہندوستان پنجاب وغیرہ بہت ممالک دیکھے ہیں اور پیرس میں تو میں سال میں دو دفعہ جایا کرتا ہوں میں ان شہروں سے بہت اچھی طرح واقف ہوں "

مرزا احسن :- پھر تعجب کی بات ہے کہ آپ سا انسان جس نے اتنے ممالک کی سیر کی ہو وہ یہاں آنکر دوکان کھولے اور ایسے چھوٹے سے شہر میں بود و باش اختیار کرے "

عطاء اللہ :- واہ صاحب۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم بالکل سادہ لوح انسان ہو ٹھیرو میں تم کو وجہ بتاتا ہوں۔ پیرس میں ہم فروخت کرتے ہیں بڑے شہروں میں اگر ہم خرید کریں تو ہم کو بھاری قیمت دینی پڑتی ہے اور پیرس کے سے شہروں میں لوگ جواہرات فروخت نہیں کرتے گروی ڈالتے ہیں۔ اور نصاریٰ زیورات اور جواہرات کو گرو رکھ کر اُن پر قرض دیتے ہیں۔ گرو رکھنے والے کو امید ہوتی ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد وہ اپنا مال چھوڑا لیگا۔ اب آپ خیال کریں کہ ہم اگر یہودیوں سے خریدیں تو ہم کو نفع دینا پڑتا ہے اب آپ خیال کریں کہ بڑے بڑے شہروں میں کسقدر لوگ ہیں۔ جنکے پاس جواہرات ہوں گے۔ اور یہاں

یا تمام سسلی میں غالباً ایکسو گھر شریفوں
کا ہوگا جنکے پاس موروثی یا خاندانی
جواہر ہونگے۔ علاوہ بریں ہزاروں
ایسے ہیں جو افلاس سے لاچار ہوکر اپنا
مال و زیور فروخت کرنے پر آمادہ ہو
جاتے ہیں۔ اُن کو ہم خرید کرکے لنڈن
پیرس یا ہندوستان میں فروخت کرتے
ہیں اور نفع کثیر کماتے ہیں۔ اب آپ
کی سمجھ میں آیا۔"

مرزا احسن "ہاں میں بھی جواہرات
کے متعلق آپ سے گفتگو کرنے آیا ہوں۔
اب میرا سوال یہ ہے کہ مال مسروقہ بھی
فروخت کیلئے تمہارے پاس آتا ہے؟"

عطاء اللہ "(مسکرا کر) صاحب میں
سوالوں کا جواب نہیں دیا کرتا۔ اتنا
کہے دیتا ہوں کہ وہ لوگ میرے پاس
جواہرات لیکر آتے ہیں جنکے کپڑے
پھٹے پرانے ہوتے ہیں لیکن اُن کے
پاس بیش قیمت جواہرات ہوتے ہیں
لیکن میرا کوئی حق نہیں کہ میں اُن سے
پوچھوں کہ تم نے یہ جواہرات کہاں
سے لئے ہیں۔ میں تو صاحب تجار ہوں
اور میرا کام روپیہ کمانا ہے۔"

مرزا احسن "ٹھیک۔ شائد آپ کو
معلوم ہوگا کہ میں ہندوستانی ہوں۔"

عطاء اللہ "لیکن میں نے آپ کو
ترک تصور کیا تھا۔"

مرزا احسن "نہیں میں ہندوستان
کا رہنے والا ہوں۔ چند روز ہوئے
میں یہاں اس لئے آیا تھا کہ اپنے
مرحوم چچا کی جاگیر پر قابض ہوں
اُنکا نام مرزا احسن بیگ تھا۔ جو
کوٹانو میں جاگیردار تھے۔"

عطاء اللہ "میں نے اُن کا نام تو
نہیں سنا لیکن کوٹانو کا نام سنا ہوا
ہے کیونکہ مجھے صفدر جنگ اور ملا صاحب نے
جو ملاذو میں رہتے ہیں ذکر کیا تھا۔"

مرزا احسن "اچھا تم اُن سے واقف
ہو۔ ملا صاحب کو تو میں بھی جانتا ہوں
اور افسوس کی بات ہے کہ میں صفدر
اور اُسکے بھائی سراج کو بھی جانتا ہوں۔"

عطاء اللہ "کیا اُنہوں نے تم کو
کوئی صدمہ پہنچایا ہے؟"

مرزا احسن "ہاں۔ سُنو صاحب
اُنہوں نے میرے چچا کو قتل کر دیا تھا
جو ایک جرم ہے لیکن چونکہ اُسکے مارے
جانے سے میں وارث ہوا ہوں اسواسطے
چنداں بُرا نہیں ہوا۔ اگر تم ملا صاحب
سے واقف ہو تو تمکو اُسکی زبانی معلوم
ہوگا کہ ہم دو بھائی ہیں وہ میرا تایا زاد

بھائی ہے جو سراج الدین کے آدمیوں
کے ساتھ لڑتے ہوئے زخمی
ہوا تھا۔ لیکن اب اچھا ہے۔ لیکن
میں تذکرہ کو جانے دو۔ میں اپنے
مطلب کیطرف رجوع کرتا ہوں جس
کیلئے میں یہاں آیا ہوں "

عطاء اللہ "میں سُنتا ہوں "

مرزا احسن "میرے مرحوم چچا کا
ایک ملازم کار مختار تھا جسکا نام عطاء اللہ
تھا۔ اس ملازم پر اُنکو غائیت درجہ کا
اعتبار تھا۔ مجھ پر نہیں۔ تم سمجھ گئے ہو نا
کیونکہ میں نے اپنے چچا کو دیکھا تک
نہیں یہ عطاء اللہ کے اپنے الفاظ ہیں
لیکن یہ عطاء اللہ بڑا بد ذات نکلا۔
ظاہر ہوتا ہے کہ مرتے وقت ہمارے
چچا نے ایک صندوق اسکے حوالے
کیا جس میں جواہرات اور سونا تھا
کہ مجھکو اور میرے بھائی کو دیدے
اُس کا بیان ہے کہ اُس نے اس
صندوق کو اس خیال سے کہ مبادا
سراج الدین یا اُس کا بھائی صفدر
چھین نہ لیں غار میں چھپا دیا۔ جو
کوٹالو کی پہاڑی میں ہے۔ اب وہ
کہتا ہے کہ کسی نے اس صندوق کو
اُسکی عدم حاضری میں نکال لیا ہے
جو کہ صاف بہانہ ہے پھر عطاء اللہ
حسب الہدائیت ہماری تلاش میں اجمیر
پہنچا اور چونکہ ہم دونوں ہی وارث
تھے لہذا ہم دونوں اس کے ساتھ
کوٹالو آئے۔ چونکہ اور کسی کو اس صندوق
کا حال تک معلوم نہ تھا اسواسطے صاف
ثابت ہے کہ اُسنے چورایا ہے "

اب یہ عطاء اللہ ہمارا ملازم نہیں
میں نے اُسے نکال دیا ہے میں اُسے
گرفتار نہ کرا سکا کیونکہ ثبوت نہیں تھا
صرف نکال دیا اور اب معلوم نہیں
وہ کہاں ہے۔ اب بات یہ ہے
کہ چونکہ ہم نے اس صندوق کو کبھی
دیکھا تک نہیں لہذا میں اور میرا بھائی
یہ نہیں بتا سکتے کہ اُس میں کیا کچھ تھا۔
جواہرات کیسے تھے اور سونا کسقدر تھا
نہ ہی ہم دونوں کچھ کیفیت بیان کر سکتے
ہیں۔ لیکن یہ یقینی امر ہے کہ اُس میں
بیش بہا جواہرات ضرور تھے۔ اس
عطاء اللہ نے اگر اُس صندوق کو
چُرایا ہے۔ تو وہ ضرور اس امر کی
کوشش کریگا۔ کہ اُنکو فروخت کرکے
نقد روپیہ حاصل کرے کیونکہ وہ غریب
آدمی ہے اور جواہرات کے رکھنے
سے اُسکو کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا ممکن ہے

کہ فروخت کرنے کو تمہارے پاس آوے اُس شخص کا حلیہ یہ ہے کہ ساٹھ ستر برس کی عمر ہے متوسط درجہ کا قد ہے کچھ ایسا موٹا تازہ بھی نہیں اور سر کے بال بالکل سفید ہیں اُسکا چہرہ طباخی ہے میری مانند نہیں۔ داڑھی نہیں ہے نہ ہی تمہاری مانند اس کی گھنی موچھیں ہیں "۔

عطاء اللہ۔ "آپ کے حلیہ سے میں اُسے فی الفور پہچان لونگا "۔

مرزا احسن۔ "اب میں تمہارے ساتھ ایک شرط کرتا ہوں اگر یہ شخص تمہارے پاس آوے اور کچھ فروخت کرنا چاہیئے تو میں چاہتا ہوں کہ تم مجھکو فوراً خبر دو اور اُسکے دیکھنے کا مجھکو موقع دو۔ اگر تم ایسا کروگے اور مجھ کو میرے مرحوم چچا کا تمام خزانہ ملگیا تو ہمیں سے دسواں حصہ میں تم کو دونگا جو تمہاری خدمات کا گویا معاوضہ ہوگا "۔

عطاء اللہ۔ "میں آپکی فیاضی کا تہ دل سے ممنون ہوں۔ یہ خزانہ غالباً کروڑوں کی مالیت کا ہوگا۔ لیکن آپ کے پاس یہ ثبوت تو ہے ہی نہیں کہ اس عطاء اللہ نے وہ صندوق چورایا ہے۔ بالفرض اگر وہ خود نہ آئے کوئی دوسرا آوے۔ غالباً اگر میں خیال کروں کہ میرے ہاتھ میں مسروقہ جواہرات ہے۔ پھر کیا؟ "

مرزا احسن۔ (سوچکر) "مجھکو یقین کامل ہے کہ عطاء اللہ نے ہی اس صندوق کو چورالیا ہے اسواسطے میں نے چنداں غور اس معاملہ پر نہیں کی۔ جب وہ جزیرہ سے نکلا تھا۔ تو میرا ارادہ تھا کہ اُسکا تعاقب خفیہ طور پر کرکے اسکی حرکات وسکنات کو تاڑتا رہوں اور دیکھوں کہ وہ کیا کرتا ہے لیکن کسی نہ کسی وجہ سے میری نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ نیپلز تک اس کا سراغ ملتا ہے اُس سے آگے کچھ پتہ نہیں چلتا۔ مجھے خبر ملی تھی کہ اُسکا بھتیجا کوٹالو آئیگا۔ لیکن مجھے نہیں ملا۔ نیپلز کا جہاز ران مجھے کہتا تھا۔ کہ وہ عطاء اللہ کو بخوبی جانتا ہے "۔

عطاء اللہ۔ "لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ وہ بیگناہ ہی ہو ہمیں لازم ہے کہ ہم اور اطراف میں بھی تو دیکھیں "۔

مرزا احسن۔ "ہاں سچ ہے۔ تم دانا آدمی ہو۔ اور مجھ کو یقین ہے کہ تم دیکھتے ہی بتا سکتے ہو۔ کہ آیا یہ مال مسروقہ ہے یا نہیں۔ پس میری التجا

یہ ہے کہ جب کبھی تم کو شک ہو کہ یہ مال
مسروقہ ہے تو فوراً ہی مجھکو اطلاع دینا "

عطاء اللہ :- بہت اچھا - لیکن میں
خبر کہاں بھیجوں "

مرزا احسن :- رکوٹا نو میں مرزا احسن
کے مکان پہ - جو کچھ خرچ ہو گا میں
دے دونگا "

عطاء اللہ :- بہت اچھا صاحب
میں آپ کے حکم کی تعمیل میں کوئی فرق
اُٹھا نہ رکھوں گا "

مرزا احسن :- لیکن ایک بات اور
ہے - میرا چچا زاد بھائی ابھی راجہ
عبداللہ خاں کے مکان میں ہے -
اُس کی حالت بہت نازک ہے - اور
ممکن ہے کہ ذرا سے جوش سے بھی
اُس کی حالت زیادہ خطرناک ہو جاوے
جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے - اسواسطے
اس کو ابھی اس معاملہ کی خبر دینا ضروری
نہیں چاہتے کہ وہ صندوق مل جاوے "

عطاء اللہ :- بہت اچھا صاحب میں
اس بات کا خیال رکھونگا "

اس کے بعد مرزا احسن تھوڑی
دیر تک اِدھر اُدھر کی گپ بازی کے
بعد چلا گیا -

مرزا احسن :- میں اب کوٹا نو میں
واپس جاؤنگا - میں نے نیپلز میں ایک
چھوٹی سی کشتی خریدی ہے یہ دراصل
مورپنکھی ہے اور اس کے واسطے
میرے پاس ایک ملاح بھی ہے - لیکن
میں چاہتا ہوں کہ میرے پاس دو ملاح
ہوں - تاکہ ایک کو یہاں تمہارے پاس
چھوڑ جاتا جو وقتاً فوقتاً مجھ کو خبر پہنچا
سکتا "

عطاء اللہ :- مرزا صاحب آپ اس
بات کا فکر نہ کریں مجھ کو کشتی اور ملاح دونو
جسوقت چاہوں مل سکتے ہیں "

مرزا احسن :- تو بہت اچھا صاحب
میں آپ کی امید پر بھروسا کئے رہونگا
اور اگر آپ کامیاب ہوگئے تو آپ کو
اس کا صلہ بہت اچھا ملیگا لیجئے سلام "

عطاء اللہ :- وعلیکم صاحب "

مرزا احسن کے جانے کے بعد
عطاء اللہ نے اپنی دوکان بند کرنی
شروع کی "

عطاء اللہ :- (دل سے) یہ شخص
غایت درجہ کا مکار اور فریبی ہے چور
ڈاکو - قزاق - بدچلن سراج الدین سے
لوگ تو یہاں بہت تھے لیکن یہ شخص
سب سے بڑھا ہوا ہے اُہو تو احسن بیگ
کو اطلاع نہ کروں ہے - یہ ٹھیک ہے

دیکھا جائیگا"

دوسرے روز ملا صاحب عطاء اللہ کے پاس آن پہنچے۔

ملا صاحب:- "کہئے۔ جوہری صاحب کیا حال ہے۔ کچھ تازہ خبر تو سناؤ۔ کوئی نئی بات ہو"

عطاء اللہ:- "ہاں تازہ خبر ہے۔ میرے خیال میں چند منٹ تک میں تمہارا دل بہلا سکتا ہوں۔ تم کسی شخص عطاء اللہ کو بھی جانتے ہو؟"

ملا صاحب:- "مدت ہوئی میں اس نام کے شخص سے واقف تھا وہ بڑا اچھا آدمی تھا۔ اس نے کیا کہا ہے؟"

عطاء اللہ:- "اس پر سونے اور جواہرات کے صندوق کی چوری کا الزام لگایا جا رہا ہے"

ملا صاحب:- "تو اسمیں تعجب کی کوئی بات نہیں لیکن الزام کون لگاتا ہے"

عطاء اللہ:- "ایک نوجوان مسمی مرزا احسن جو احسن بیگ مرحوم ساکن جزیرہ کوٹانو کا بھتیجا ہے"

ملا صاحب حیران ہو کر کرسی پر بیٹھ گئے۔

ملا صاحب:- "تو پھر تم اس سے ملے ہو"

عطاء اللہ:- "ہاں۔ نہ صرف اسی سے بلکہ سراج الدین کا بھائی صفدر بھی آیا تھا"

ملا صاحب:- "سچ۔ حیرانگی کی بات ہے۔ میرے خیال میں تم کچھ کہنا چاہتے ہو۔ مجھ کو حیران بنانے کی کوشش نہ کرو۔ میں تمہاری طرح سے چالاک نہیں ہوں۔ کہ دوسروں کی حرکات و سکنات سے انکی حالت معلوم کر جاؤں"

عطاء اللہ:- "سنو کل سراج الدین کا بھائی صفدر جنگ میرے پاس آیا تھا اور کہنے لگا کہ ان دونوں بھائیوں کا کوئی صندوق چوری ہو گیا ہے جس میں خاندانی جواہرات اور سونا وغیرہ تھا۔ یہ صندوق اس کے باپ کا تھا اور گمان یہ ہے کہ غالباً چور جواہرات اور سونے کی فروخت کرنے کی کوشش کرے گا اور میرے پاس فروخت کرنے آویگا۔ چنانچہ میرا فرض ہوگا۔ کہ میں صفدر کو فی الفور اطلاع دوں جبوقت کوئی بیچنے آوے"

ملا صاحب:- "اچھا صفدر نے اس صندوق کو اپنی ملکیت بیان کیا ہے اگر وہ صندوق کا متلاشی ہے تو اس سے صاف ثابت ہے کہ اس نے صندوق نہیں چرایا۔ اب دوسرے کی نسبت کہو"

عطاء اللہ "ہاں دوسرے کی سنو لیکن پہلے یہ تو بتاؤ کہ اسکی اس چال سے تم یہ خیال کرتے ہو کہ وہ چور نہیں ہے؟ میں تو دیر سے اُس پر غور کر رہا ہوں۔ اُس کو بخوبی معلوم تھا کہ اُس صندوق میں کیا ہے۔ فی الحال وہ صندوق اُس کے پاس نہیں ہے۔ لیکن کیا یہ ممکن نہیں کہ اُس نے چرایا ہو۔ لیکن اُس سے کوئی آگے چُرا کر لے گیا ہے"

ملا صاحب "ہاں ہاں۔ ایسا ممکن ہے۔ تمہارا قیاس درست ہو سکتا ہے لیکن کوئی اور خیال بھی ہے"

عطاء اللہ "بہت سے۔ لیکن اُن سے نتیجہ کچھ نہیں نکلتا۔ مرزا احسن کا ذکر سنو۔ وہ کل شام کو یہاں آیا تھا اور عطاء اللہ کا تذکرہ میرے ساتھ کرتا رہا"

ملا صاحب "کونسا عطاء اللہ؟"

عطاء اللہ "اجی وہی جس کا میں نے تم سے ذکر کیا تھا"

ملا صاحب "اچھا اب مجھکو یاد آگیا ہے"

اس اثناء میں عطاء اللہ کا کاریگر آگیا جو کہیں باہر کسی کام کے واسطے گیا ہوا تھا۔ عطاء اللہ نے اُس کو اشارہ کیا کہ وہ دوکان میں ٹھہرے۔ اور اپنے کمرہ کا دروازہ بند کر دے"

عطاء اللہ "چنانچہ اس نے عطاء اللہ کی نسبت بہت کچھ کہا کہ وہ عطاء اللہ ہی چور ہے۔ الغرض کہ اُس نے کوئی نئی بات نہیں کی۔ اُس نے اپنے گمان کے مطابق صاف صاف عطاء اللہ کو ہی الزام دیا اور کہنے لگا۔ کہ اُس کا میرے پاس آنے سے مدعا یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا مال فروخت کرنے آوے جو میرے قیاس میں مسروقہ ہو تو میں فی الفور اُس کو اطلاع دوں وہ اپنے مکان کا پتہ دیگیا ہے لیکن یہ تاکید کر گیا ہے کہ اُسکے بھائی کو کسی قسم کی خبر تک نہ ہو"

ملا صاحب "اچھا۔ یہ عجب بات ہے"

عطاء اللہ "وہ کہتا تھا کہ اس کا چچازاد بھائی خطرناک حالت میں ہے اور ذرہ بھر جنبش بھی ممکن ہے کہ اس کے لئے مہلک ثابت ہو"

ملا صاحب "وہ بڑا ہی بدذات ہے۔ مجھکو اُسکی بدذاتی کا پورا یقین ہو گیا ہے اِس سے اُسکا آخر مدعا تھا؟ کہ کل خزانہ تنہا ہی ہضم کر جاوے"

عطاء اللہ "اور کیا۔ لیکن اگر مجھ سے

ہو سکا تو میں ایسا کب کرنے دیتا ہوں۔ لیکن ملا صاحب اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ بھی چور نہیں ہے۔"

ملا صاحب :۔ "ہاں واقعی یہ درست ہے۔ لیکن اب راجہ صاحب پر شبہ پڑتا ہے۔"

عطاءاللہ :۔ "نہیں میرے خیال میں وہ ایسا شخص نہیں ہے نہ ہی اُس نے یہ کام کیا ہے۔ کیونکہ وہ خود امیر کبیر ہے۔"

ملا صاحب :۔ "عطاءاللہ واقعی یہ ایک ایسا سربستہ راز ہے جس کی تہ کو میں نہیں پہنچ سکتا۔ تو پھر کس نے صندوق چرایا۔"

عطاءاللہ :۔ "صفدر نے یا اُسکے بھائی نے یا اُن کے کسی آدمی نے۔"

ملا صاحب :۔ "ہاں یہ قیاس صحیح ہو سکتا ہے میں ڈرتا ہوں کہ ہم کہیں اس راز کو دریافت کرنے سے ناکامیاب نہ ہوں۔"

عطاءاللہ :۔ "دریافت۔ واہ اچھی کہی میں زمین آسمان ایک کر دونگا۔ لیکن اسے ضرور دریافت کرونگا۔ میں بھلا چور کو کب آرام سے بیٹھنے دونگا کہ وہ ان جواہرات سے فائدہ اٹھاوے جبکہ مجھکو الزام لگ رہا ہے اب میری بھی یہ ضد ہے کہ جس وقت مرزا حسن کے پاس کوئی جواہر میرے پاس فروخت کے لئے آیا۔ میں فوراً دونوں بھائیوں کو اطلاع دونگا۔ میرے ایسا کرنے سے مرزا احسن تنہا ہضم نہیں کر سکے گا۔"

ملا صاحب :۔ "ٹھیک اب تم کیا تجویز کرتے ہو؟"

عطاءاللہ :۔ "یہ کہ جونہی اس قسم کا کوئی جواہر میرے پاس فروخت کے لئے آیا میں جواہر کسی بہانہ سے لیلونگا اور کہونگا کہ روپیہ کے لئے چند روز ٹھیر کر آنا بجز میں جلد سے پاس آؤں گا اور تم کوٹھا نو جا کر ٹھیرنا چتے کہ کہ مرزا احسن راجہ صاحب کے مکان پر آوے۔ پھر تم اُسے خبر دینا۔"

ملا صاحب :۔ "عطاءاللہ تو بڑا دانا آدمی ہے گو مجھکو بہت سے کام ہیں مگر میں تیرا کام سب سے پہلے کروں گا۔ میں آج کشتی میں آیا تھا۔ کیونکہ میں شمالی جزیروں میں کسی کام کو جا رہا تھا۔ خیر میں چلتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ تم میرے بہن کے لئے ضرور کوئی عمدہ جواہرات تلاش کروگے جو اُسے پسند آجاویں۔ میں مدت سے کسی بیش بہا جواہرات کی تلاش میں ہوں۔"

یہ الفاظ کہتا ملا صاحب نے [illegible]

کہے تھے کہ عطاء اللہ کے کاریگر کو کسی قسم کا شبہ پیدا نہ ہو جائے"۔

ملا صاحب کے چلے جانے کے بعد کاریگر بولا۔

کاریگر۔ "گویا ملا صاحب اچھے امیر معلوم ہوتے ہیں"۔

عطاء اللہ۔ "اس کا خاندان بڑا امیر ہے۔ اس کی ایک بہن بھی ہے۔ جو کسی پاشا کے ساتھ بیاہی ہوئی ہے جسے لاثانی اور بیش بہا جواہرات کا بہت ہی شوق ہے۔ وہ ایک روز میرے پاس ایک بہت ہی خوبصورت ہیرا لایا تھا اور کہنے لگا کہ اس کا جوڑا کہیں سے پیدا کر دوں"۔

کاریگر۔ "خوب لیکن میں جس دن سے آپ کے پاس آیا ہوں آپ نے کوئی ہیرا اب تک نہیں خریدا"۔

عطاء اللہ۔ "میرے خیال میں سسلی میں اچھے ہیرے دستیاب نہیں ہوتے تاہم ہم کو صبر و استقلال سے تلاش کرنی چاہیے۔ ممکن ہے کہ کسی روز کوئی لے آئے۔ اگر میں یہاں موجود نہ ہوں اور کوئی شخص اچھا بڑا سا جواہر وغیرہ لاوے۔ تو خرید لینا۔ یا میرے واپس آنے تک فروخت

کرنے والے کو روک لینا"۔

کاریگر۔ "بہت اچھا"۔

اس کے بعد چند روز تک کوئی ایسا واقعہ پیش نہ آیا۔ جو یہاں قابل بیان خیال جاوے۔ لوگ عطاء اللہ کے پاس جواہرات فروخت کرنے آتے تھے۔ ساحلوں سے اکثر لوگ ریشم وغیرہ بھی فروخت کے لئے لاتے۔ لیکن اُن کو عطاء اللہ خرید نہ کرتا۔ ایک روز جبکہ کام کچھ سرد پڑا ہوا تھا۔ اور عطاء اللہ کا کاریگر معمولی صفائی کرنے کے کام میں مشغول تھا تو عطاء اللہ دوکان سے نکل کر سیر کرنے گیا۔ اسکو گئے دو گھنٹے ہو گئے تھے۔ اور جب وہ واپس آیا تو اُس نے دیکھا کہ کوئی نئی بات واقع ہوئی ہے۔ کاریگر دوکان کے چبوترہ پہ بیٹھا ہوا عطاء اللہ کا راستہ دیکھ رہا تھا۔ اور اُس کے پاس ایک عجیب دلچسپ قد اجنبی شخص بیٹھا ہوا تھا۔ جس سے عطاء اللہ ناواقف تھا۔ نہ پہلے اُسکو کبھی دیکھا تھا"۔

اجنبی۔ "اچھا۔ یہی صاحب مالک دوکان ہیں۔ آپ کا ہی نام آفندی جوہری ہے؟"

عطاء اللہ۔ "ہاں صاحب فرمائیے"۔

اجنبی "صاحب میں احمد آفندی
وکیل کا جو بہت مشہور و معروف ہیں۔
منشی ہوں۔ میں نے ایک روز ان کی
ایک خدمت کو سرانجام دیا۔ اور
انہوں نے خوش ہو کر مجھکو یہ جواہر عنایت
کیا۔ صاحب میں ایک غریب آدمی
ہوں۔ اور انہوں نے مجھ کو اس
کے فروخت کی اجازت دے دی
ہے لیکن انہوں نے کہا کہ میں ایسے
طور پہ فروخت کروں۔ جو کسی کو خبر
نہ ہو۔ میں نے آپ کا نام اخباروں
میں دیکھا ہے۔ اس لئے آپ کے
پاس آیا ہوں"

عطاءاللہ "میں اپنا ہر ایک
کاروبار خفیہ طور پہ کرتا ہوں اس
جواہر کو دیکھ کر عطاءاللہ کانپنے لگ
گیا۔ نہیں معلوم کیا وجہ تھی۔ اس کا
دل اس بات کی گواہی دے رہا تھا
کہ وہ کامیابی کے زینے پر پاؤں
رکھ رہا ہے"

اجنبی "تو صاحب اس جواہر کو
آپ غور سے دیکھیں یہ بہت عمدہ
بلکہ لاثانی معلوم ہوتا ہے۔ کہئے اسکی
آپ کیا قیمت دیں گے۔ میرے خیال میں
یہ لعل ہے"

عطاءاللہ "(جواہر کو بغور دیکھ کر)
واقعی لاثانی ہے۔ تم بڑے خوش قسمت
شخص ہو۔ تمہارے آقا کو غالباً اس
کی قیمت کا علم نہیں۔ ورنہ تم کو یہ
وہ کبھی نہ دیتا"

اجنبی "وہ صاحب بڑا مالدار ہے
وہ ایسے جواہرات کی کیا پرواہ
رکھتا ہے"

عطاءاللہ "تم نے اپنے آقا کا
کیا نام لیا تھا"

اجنبی "احمد آفندی صاحب وکیل
وہ دراصل ملاذو کے رہنے والے
ہیں اُن کا دفتر یہاں کچہری کے
پاس ہے آپ اسکی کیا قیمت دینگے"

عطاءاللہ "آؤ اندر چلو۔ پھر وہاں
قیمت کا فیصلہ کرینگے"

چودھواں باب

ملا صاحب "تم تو بڑے بے صبر
بے صبر انسان ہو۔ لوگوں سے مل ملا کر
میں ابھی گھر پہنچا ہی تھا۔ کہ مجھ کو
تمہارا نادری حکم ملا کہ فی الفور تمہارے
پاس پہنچوں۔ گویا میں تمہارے ماتحت
ہوں۔ کہو اب کیا معاملہ ہے"

عطاء اللہ ملا صاحب کو اپنے خاص کمرہ میں لے گیا اور دروازہ بند کردیا۔

ملا صاحب :۔ "اب اس احتیاط کو تو جانے دو اور بتاؤ کہ کیا بات ہے؟" ضرور کوئی نہ کوئی نہائیت ہی ضروری واقعہ پیش آیا ہے ورنہ محض گپ بازی کیلئے تم مجھ کو کبھی نہ بلاتے"

عطاء اللہ :۔ "(کسی قدر بلند آواز سے) تم کو یاد ہوگا۔ کہ تم نے مجھ کو ایک ایسے لعل کی تلاش کی تاکید کی تھی۔ جو تمہارے لعل کا ثانی ہو"

ملا صاحب :۔ "ہاں۔ تو پھر ملا"

عطاء اللہ :۔ "ہاں"

چنانچہ عطاء اللہ نے وہ لعل جو احمد آفندی کے منشی سے لیا تھا۔ نکال کر ملا صاحب کے روبرو رکھدیا۔ چند لمحوں تک وہ خاموش، اس لعل کی طرف دیکھتا رہا۔ اُس کی زبان سے بات نہ نکل سکی۔

اُس کے چہرے سے بلا کی حیرانگی برس رہی تھی۔ اور وہ لعل کو ہاتھ میں لے کر حیران وار اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ملا صاحب :۔ "ہاں صاحب واقعی یہ اُس کا جوڑا ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ ایسے جواہرات کمیاب ہوتے ہیں۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ یہ تم کو کہاں سے ملا؟"

عطاء اللہ :۔ "پہلے یہ تو بتاؤ کہ تمکو اسکے ملنے کی امید تھی۔ یہ اس لعل کا جوڑا ہے جو تم نے مجھے دکھایا تھا"

ملا صاحب :۔ "ہاں۔ واقعی یہ اسکا جوڑا ہے"

یہ یاوہ گوئی صرف اس واسطے کی گئی تھی۔ کہ مبادا عطاء اللہ کا کاریگر دروازہ سے کان لگا کر سن رہا ہو۔

عطاء اللہ :۔ "(دبی آواز سے) کیوں یہ لاثانی جواہر ہے کہ نہیں۔ کیا سسلی میں کوئی بھی ایسا شخص ہے۔ جسکے پاس ایسے جواہرات ہوں۔ اب تم کیا کہتے ہو۔ کیا خیال کروگے کہ ایک غریب وکیل جو چند ماہ ہوئے بالکل مفلس تھا۔ لیکن اب وہ ایسے جواہرات اپنے منشیوں کو بخشش کرتا ہے؟"

ملا صاحب :۔ "کیا۔ تم کیا کہتے ہو؟ کیا تم مجھ کو یقین دلانا چاہتے ہو۔ کہ ایک غریب و مفلس وکیل ایسے جواہرات خیرات کرتا ہے۔ ناممکن

بلکہ ناممکن سے بھی بڑھ کر ہرگز قابل
اعتبار نہیں ہوسکتا۔"

عطاءاللہ "نہیں یہ بالکل درست
ہے سنو۔ کل ایک جوان منشی میرے پاس
آیا اور کہنے لگا۔ کہ وہ ایک امیر وکیل کا
ملازم ہے۔ چونکہ اس نے وکیل صاحب
کی کسی خدمت کو سرانجام دیا ہے
جس کے صلہ میں وکیل صاحب نے
اُس کو یہ لعل بخش دیا یعنی بطور انعام
اور چونکہ وہ ایک غریب آدمی ہے
لہذا وہ اس لعل کو فروخت کرنا چاہتا
ہے اور میں نے خرید لیا۔"

ملا صاحب "اچھا تو پھر اب یہ
تمہارا مال ہے نا"

عطاءاللہ "میں نے یہ نہیں کہا۔
میں نے یہ کہا ہے کہ میں نے اسے
خرید لیا ہے۔"

ملا صاحب "تم کیا کہتے ہو۔ مجھکو
ناحق میں کیوں حیران بنا رہے ہو
جب تم کسی چیز کو خریدو۔ تو کیا وہ
تمہاری نہیں ہوگی۔"

عطاءاللہ "اگر وہ مال مسروقہ ہو اور
میرے پاس لائی جاوے گو میں اُسکی
قیمت ادا کر ہی دونگا تا ہم اس پر میرا
حق قائم نہیں ہوسکتا۔"

ملا صاحب "اچھا صاحب اچھا
تو پھر تمہارے خیال میں کوئی شخص
اس کو چرا کر لایا ہے۔ کیوں ہے نا؟
تو تمہارے خیال میں یہ مرزا صاحب
مرحوم کے جواہرات میں سے ہے؟"

عطاءاللہ "یہ سچ بھی ہوسکتا ہے
اور نہیں بھی۔ مجھ کو ابھی پختہ یقین
نہیں کہ یہ مرحوم کے جواہرات میں سے
ہے میں جانتا ہوں۔"

ملا صاحب "تم جانتے ہو۔ حیران
ہو رہا ہوں۔ تو پھر یہ منشی یا وکیل کا
مال کیسے بن گیا۔"

عطاءاللہ "تم تو دانا انسان ہو اور
میرا مطلب نہیں سمجھ سکتے ہو۔"

ملا صاحب "میں تم کو یقین دلاتا
ہوں کہ میری سمجھ میں خاک بھی نہیں آیا
کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ چنانچہ اگر تم کو کچھ معلوم
ہے تو مجھ کو بھی آگاہ کردو۔"

عطاءاللہ "تم اس مختار کو تو جانتے
ہوگے جو غائت درجہ کا غریب و مفلس
تھا۔ اور سینا میں تمہارے ہی گاؤں
سے آیا ہے۔"

ملا صاحب "ہاں میں احمد
آفندی مختار کو جانتا ہوں۔"

عطاءاللہ "ٹھیک۔ خیر تو اب

احمد آفندی غریب و مفلس نہیں ہے بلکہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دولت پر لوٹ رہا ہے۔ کنکروں کی مانند زر کو پھینکتا ہے۔ اور اس کا دفتر بھی عالیشان ہے اس کے دفتر میں محرر منشی کام کرتے ہیں اور وہ ہزاروں کی مالیت کے جواہرات اپنے محرروں اور منشیوں کو انعام دیتا ہے۔ اور ابھی چندہی ماہ ہوئے کہ ان وکیل صاحب کو کھانیکو میسر نہ تھا۔ بھیک مانگا کرتا تھا۔ کوڑی کوڑی سے محتاج تھا۔ اسکو وکالت کا امتحان پاس کئے چندہی روز ہوئے ہیں اور ان چندہی روز میں وہ امیر کبیر بنگیا ہے"

ملا صاحب "یا خدا! تم نے تو مجھکو سخت ہی تعجب میں ڈالدیا ہے۔ تو کیا تم نے اس جواہر کو ہزار تومان دے کر خریدا ہے"

عطاء اللہ "میں نے یہ نہیں کہا یہ کہا ہے کہ ہزاروں کی مالیت کا لعل ہے اور میں نے اس کی قیمت ایکہزار چار سو تومان دئے ہیں"

ملا صاحب "یا خدا! کیا یہ لازمی ضروری تھا کیا یہ بھی کوئی عقلمندی کی بات تھی کہ اس محرر کو اٹھا کر بیفائدہ چودہ سو تومان دیدئے"

عطاء اللہ "نہیں میں مفت میں اس قدر رقم دینے والا نہیں ہوں۔ میں نے کسی خاص ارادہ سے اس کو اس قدر رقم دی ہے"

ملا صاحب "آخر مجھکو بھی تو اسکی وجہ بتاؤ"

عطاء اللہ "اس میں اب کچھ کلام نہیں کہ احمد آفندی وکیل نے ہی اس صندوق کو چرایا ہے۔ لیکن اسکو اس صندوق کا علم اور نیز اس کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں نے اس صندوق کو فلانی جگہ دفن کیا ہے۔ اسکی نسبت میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ نہ ہی میرا خیال پہنچ سکتا ہے۔ لیکن یہ امر یقینی ہے کہ یہ لعل مرحوم کے جواہرات میں سے ہے۔ اب بات یہ ہے۔ کہ اگر احمد آفندی کے پاس سب ہیں تو وہ ان کو ضرور فروخت کریگا تاک نقد روپیہ حاصل کرے اس میں کچھ کلام نہیں کہ اس نے روپیہ قرض لی ہے اس کے منشی سے کچھ بھی دریاف نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اپنے منشی سے اسکو معلوم ہو جائیگا کہ میں کسقد گران قیمت پہ ان جواہرات کو خرید والا ہوں۔ اور وہ میرے پاس ضرور آو

پھر ہم اس کو اپنے دام میں پھانس
لینگے - تمام خزانہ اس سے وصول
کر لینگے - اس سے اقبال جرم کرا لینگے
اور خزانہ کوٹا تومیں لے جا کر دونوں
بھائیوں کے حوالے کر دینگے پھر اُنکے
روبرو میں اپنا بھیس اتار ڈالوں گا
اور ظاہر کر دونگا کہ میں ہی عطاء اللہ
ہوں احسن بیگ میری بیگناہی کے
ثابت ہونے سے بہت ہی خوش ہوگا -
اور دوسرا حیران ہو جائیگا "

ملا صاحب "واقعی تمہاری تجویز
بہت عمدہ ہے جنہوں نے تمکو سرقہ
کا الزام دیا تھا وہ شرمندہ ہو جائینگے
اور تمہاری بیگناہی اور وفاداری ہر
کس و ناکس پر واضح ہو جائیگی لیکن
یہ تو ثابت نہیں ہوا کہ وکیل کے پاس
اور بھی جواہرات ہیں "

عطاء اللہ "ہاں نہیں - لیکن
صبر کرو - میں نے تم سے کہا تھا - کہ
میں کامیاب ہو جاؤنگا - اور اب تم
کو بھی ثابت ہو چکا ہے کہ میں کامیابی
کے راستہ پر جا رہا ہوں - اور اب بھی
تم کو اعتبار نہیں آتا "

ملا صاحب "اعتبار نہیں مجھ کو
پورا یقین ہو چکا ہے - عزیز عطاء اللہ
مجھ کو تمہاری اس قدر کامیابی سے
جسقدر خوشی حاصل ہوئی ہے - میں
زبان سے بیان نہیں کر سکتا - اگر
احمد آفندی نے اس طرح سے جواہر
اپنے منشی کو دیا ہے تو اسکو دولت
کا خمار چڑھ گیا ہے - کیونکہ اُسنے
یہ دولت محنت سے نہیں کمائی -
لیکن اب کیا کریں - کیا مناسب ہے
کہ اس معاملہ کی خبر دونوں بھائیوں
کو کیجا دے "

عطاء اللہ "نہیں - میں نے اپنی
گرہ سے روپیہ خرچ کیا ہے اس
نقصان کا ذمہ وار بھی مجھ کو ہی ابھی
بننا چاہیئے - احمد آفندی سے ملکر
پھر ہم دونوں کوٹا تو چلینگے "

ملا صاحب "اچھا تمہاری تجویز
درست ہے لیکن یہ تو بتاؤ کہ احمد
آفندی کو اس خزانہ کا پتہ کیسے لگا "

عطاء اللہ "اس کی نسبت میں کچھ
نہیں کہہ سکتا - لیکن تم کو یاد ہوگا -
کہ مرحوم کے مرنے کے وقت وہ وہاں
موجود تھا اور وصیت نامہ بھی اُسی نے
مرتب کیا تھا - وہ میز پر بیٹھ کر اس
وقت دوسری نقل تیار کر رہا تھا "

ملا صاحب "اگر ایسا ہی ہو - تو کیا

تم یہ کہتے پھرتے تھے کہ تم خزانہ کا صندوق کہاں کسی جگہ دفن کرنے کا ارادہ کر رہے ہو"

عطاءاللہ "تمہاری مانند میں بھی ابھی کوئی نتیجہ نکال نہیں سکتا لیکن مجھکو بخوبی یقین ہو گیا ہے کہ احمد آفندی نے ہی صندوق غار سے چرایا ہے"

ملا صاحب "اچھا"

عطاءاللہ "اور یہ بھی مجھکو یقین کامل ہے کہ میں اس سے صندوق واپس لے لونگا"

ملا صاحب "بہت اچھا یہ تمہارا ہی کام تھا کہ اس طرح سے کامیاب ہوئے۔ واقعی تم لاثانی انسان ہو"

عطاءاللہ "مولوی صاحب اسمیں لاثانی ہونے کی کونسی بات ہے چونکہ مجھکو جھوٹا الزام لگایا گیا۔ اس سے مجھ کو اشتعال پیدا ہو گیا۔ کہ اپنی بیگناہی ثابت کروں میں مرحوم کا باوفا نمکخوار تھا اسکو مجھ پر پورا پورا اعتبار تھا۔ یہی سبب تھا کہ وہ مرتے وقت مجھ کو لاکھوں بلکہ کروڑوں کا خزانہ سونپ گیا اور کہہ گیا۔ کہ اس کے وارثوں کو دیدوں۔ پھر بھلا مجھ کو اس اعتبار کی بیعزتی کب گوارا تھی جو مرحوم نے مجھ پر مرتے وقت کیا۔ کسی بدذات نے شرارت کر کے صندوق اڑا لیا اور اس کا الزام مجھ پر لگایا۔ چنانچہ میرا فرض تھا کہ چور کا سراغ لگاؤں اور اس سے خزانہ واپس لے کر جائز وارثوں کو سونپ دوں"

ملا صاحب "ہاں میں بھی ایسے شخص کو عزت و وقر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں جو اپنی حیاداری کو قائم رکھے۔ مثل مشہور ہے کہ مال جان پر سے قربان اور جان آبرو پر سے قربان۔ آبرو جگ میں قائم رکھنا انسان کا خاص مدعا ہونا چاہیئے"

عطاءاللہ "اب بات یہ ہے کہ جب احمد آفندی یہاں آوے تو ہم اس کو کس طرح پھانسیں ہمیں کوئی ایسا انتظام کرنا چاہیئے جس سے وہ خود یہاں آوے اور خزانہ کا صندوق بھی ساتھ لیتا آوے۔ تم اور مرزا احسن اس کے روبرو ہو جاؤ میرے خیال میں یہ ہم کر سکتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس کو کس طرح گرفتار کرایا جاوے"

عطاءاللہ "ہاں ضرور ہے۔ لیکن

میرا سوال یہ ہے کہ اس مردود صندوق کی نسبت زیادہ مشہوری مناسب ہوگی آگے ہی بہت کچھ نقصان ہوچکا ہے اگر یہ عام کو معلوم ہوگیا کہ اسقدر زر وجواہر کوٹانو میں ہے تو بڑی قزاقوں کا بیڑا وہاں فوراً ہی پہنچ جاویگا۔ اگر صندوق ہم کو مل جاوے۔ تو میرے خیال میں مناسب ہوگا کہ احمد آفندی کو چھوڑ دیں اور باز پرس نہ کریں"

ملا صاحب "میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن تمہارا خیال بہر حال مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اگر سراج الدین یا اُس کے بھائی صفدر کو معلوم ہوگیا۔ کہ ان دونوں بھائیوں کے پاس وہ خزانہ ہے تو وہ حتے الامکان اس صندوق کے لینے میں اور دونوں بھائیوں کی بیخ کنی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھینگے"

عطاء اللہ "میرا بھی یہی خیال ہے سنو اگر وکیل صاحب یہاں آئے تو میں معقول قیمت دیکر ان سے عام زروجواہر خرید لونگا۔ اس سے اُس کا لالچ زیادہ ہوجاویگا۔ اور میں زیادہ کیواسطے اُسکے ساتھ سودا کرلونگا۔ اگر اُس نے مجھکو موقعہ دیا تو میں ایسی ترکیب کرونگا جس سے وہ تمام زروجواہر یہاں میرے پاس ہی فروخت کے لئے لے آوے اس وقت پھر یہ لازمی ہوگا۔ کہ ہم اس سے تحریری اقبال جرم کرالیویں اور نیز کل خزانہ بھی لے لیویں"

ملا صاحب "اجی تم ہی اس کا بخوبی انتظام کر سکتے ہو۔ مجھ کو ہرگز امید نہ تھی۔ کہ تم احمد آفندی جیسے چالاک کو پھانس لوگے۔ خیر میں تمہارا وقت زیادہ ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ اب ایک تجویز قایم کروگے فرضاً اگر تم کو میری ضرورت ہو"

عطاء اللہ "اگر یہ ضروری ہوا۔ کہ ہم دونوں فی الفور کوٹانو چلیں تو میں خود ہی تمہارے پاس آؤں گا۔ اور تم کو نہیں بلواؤنگا"

ملا صاحب "یہ درست ہے خدا کرے تم کامیاب ہوجاؤ (مسکرا کر) اس لعل کی تلاش کے واسطے میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں"

یہ کہہ کر ملا صاحب تو چلدیئے اور عطاء اللہ نے احمد آفندی کی آمد کا انتظار کرنا شروع کیا۔ اسکا دل گواہی دے رہا تھا کہ احمد آفندی مسروقہ جواہرات کے فروخت کرنے کیلئے

اس کے پاس ضرور آویگا - جونہی عطاءاللہ کو باہر کسی کے قدم کی آہٹ سنائی دی وہ فوراً چونک پڑتا - دن بھر گذر گیا اور اس میں کئی اشخاص نے آکر دریافت کیا کہ جوہری صاحب دوکان میں ہیں "

لیکن ان لوگوں میں احمد آفندی نہ تھا - وہ اشخاص اور تھے - جو اپنا مال یا تو صاف کرانے کیواسطے یا فروخت کرنے کیواسطے لائے تھے

چنانچہ اسی انتظار میں عطاءاللہ کو شب بھر نیند نہ آئی - دمبدم وہ اپنے دل سے پوچھتا کہ احمد آفندی آویگا ؟ یا وہ حسنے الامکان کنارہ کش ہی رہیگا شائد اُسکو کسی قسم کا شک پیدا ہوگیا ہو اور وہ نہ آوے - چنانچہ تمام شب کروٹیں بدلنے میں ہی گذر گئی دوسرا دن بھی احمد آفندی کے انتظار میں گذرا - لیکن اُس کی شکل نہ دکھائی دی - دوسری شب بھی اسی حال میں گذری - آخر کار عطاءاللہ کے چہرہ سے مایوسی نمایاں ہونے لگ گئی اور عطاءاللہ نے کسی دوسری تجویز پہ غور کرنا شروع کیا - جس سے وہ احمد آفندی سے صندوق لے سکے

لیکن اُس کی قسمت میں کامیابی لکھی ہوئی تھی - چنانچہ تیسرے روز دوپہر کے وقت وہ اپنے کمرے میں مایوس بیٹھا ہؤا تھا اس کا کاریگر دوکان کے کمرہ میں بیٹھا ہوا ایک انگشتری میں نگ جڑ رہا تھا - کہ عطاءاللہ کو کسی کے بھاری قدموں کی آہٹ سنائی دی ساتھ ہی آنیوالے نے کاریگر سے مخاطب ہو کر کہا :-

آنیوالا " تم ہی جوہری ہو "

اس آواز کو سُنکر عطاءاللہ دم بخود رہ گیا - کیونکہ اس آواز سے وہ بخوبی آشنا تھا - بہت اچھی طرح سے جانتا تھا - اس آواز کو وہ ملاذو میں بھی سُن چکا تھا - کوٹا نو میں بھی سُن چکا تھا - اور اس میں کوئی شک یا کلام نہ تھا کہ یہ آواز احمد آفندی وکیل کی تھی :-

کاریگر " نہیں صاحب میں جوہری نہیں - میں اُن کا ملازم ہوں - لیکن جوہری صاحب اندر کے کمرہ میں ہیں - کیا آپ خاص اُنہی سے ملنا چاہتے ہیں "

احمد آفندی " ہاں - میں اُنسے خلوت میں کسی راز کے متعلق گفتگو کرنا

چاہتا ہوں۔ جس میں گویا میرا اور اُن کا یعنی ہم دونوں کا فائدہ ہے"۔
اس کا کیا مطلب تھا کیا اسکو شبہ پڑ گیا تھا۔ کہ عطاء اُس کے سراغ پر ہے اور وہ اپنے جرم کا اقبال کرنے کے واسطے آیا تھا یا وہ صندوق اپنے ساتھ لے آیا تھا؟
چنانچہ کاریگر نے آنکر عطاء اللہ کو اطلاع دی اور وہ اپنے کمرہ سے باہر گیا۔
باہر کے کمرہ میں ایک شخص استادہ تھا جس کا لباس ملاحوں کا تھا جس کے چہرہ سے غریبی کے آثار نمایاں تھے۔ داڑھی اور سر کے بال لمبے تھے گویا اُن میں کبھی کنگھی نہیں کی گئی تھی۔ گویا اُس نے بھیس بدلا ہوا تھا۔ لیکن عطاء اللہ نے اُسکو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ احمد آفندی ہے"۔
عطاء اللہ "یہاں آ جاؤ۔ یہ میری خلوت گاہ ہے"۔

پندرھواں باب

عطاء اللہ "فرمائیے صاحب آپ کو کیا خفیہ گفتگو کرنی ہے جس میں میرا اور آپ کا فائدہ متصور ہے مجھ کو اپنے کاروبار سے فرصت بہت کم ملتی ہے"۔
احمد آفندی "صاحب چونکہ میں ایک غریب آدمی ہوں۔ اسواسطے آپ کو خیال ہے کہ آپ کا وقت ضائع کرنے آیا ہوں لیکن آپ غلطی کر رہے ہیں۔ میں ہرگز نہیں چاہتا۔ کہ آپ کا یا اپنا وقت ضائع کروں۔ لیکن میں آپ کو اپنی سرگذشت سناتا ہوں اور آپ سن سکتے ہیں"۔
عطاء اللہ "مختصر کر کے سُنا دو۔ مجھ کو ملاحوں کی سرگذشت سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ لیکن خیر جسقدر مختصر ہو سکے سُنا دو"۔
احمد آفندی "میں چند ہی الفاظ میں بیان کئے دیتا ہوں۔ آپ ذرا تحمل سے کام لیں۔ میرا نام حاجی بابا ہے اور جیسا کہ میرے لباس سے ظاہر ہوتا ہے میں ملاح ہوں لیکن کسی خاص وجہ سے میں اُس جہاز کا نام نہیں بتا سکتا جس پر کہ میں ملازم ہوں وہ جہاز آجکل حبشہ میں لنگر انداز ہے اور بعض باتیں ایسی ہیں جنکی نسبت نہیں چاہتا ہوں کہ میرے منہ سے انکا ذکر آئے

معاملہ یہ ہے کہ ہم ایک جزیرہ میں گئے تھے۔ جہاں کہ بدھ مذہب کے پیرو لوگ رہتے ہیں۔ چند روز تک ہمارا جہاز وہاں لنگر انداز رہا۔ خیر اس کو آپ جانے دیں میں خاص مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ جب ہم اس جزیرہ میں لنگر انداز تھے تو مجھ کو اور ایک اور ملاح کو جزیرہ کی سیر کی اجازت ملی۔ چنانچہ جزیرہ کی سیر کرتے ہوئے ہم ایک مندر میں گئے جہاں ہم نے ایک بُت دیکھا۔ صاحب وہ بُت بہت ہی عجیب وغریب تھا۔ اُسکی ساخت لکڑی کی تھی اور اس بت کی آنکھوں میں لعل دانتوں کی جگہ ہیرے اور تمام بدن میں جواہرات لگے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں جو دو لعل نصب تھے۔ وہ اتنے بڑے اور چمکیلے تھے کہ آپ اُن کو دیکھ کر حیران رہجاویں دانتوں کی جگہ ایسے عمدہ ہیرے دو قطاروں میں لگے تھے یا خدا میری تو آنکھیں چوندھیا نے لگ گئیں"

عطاءاللہ "اچھا۔ لیکن مجھکو اس سے کیا تعلق۔ کیا تم مجھ کو صرف یہ سُنانے آئے ہو کہ تم نے ایک بُت دیکھا"

احمد آفندی "آپ سنتے جائیں گھبرائیں نہیں۔ وہاں کے پجاریوں کو معلوم ہو گیا کہ ہم مندر میں گھس گئے چنانچہ انہوں نے ہم دونوں پر حملہ کیا۔ لیکن اپنی جان بچانے کے واسطے ہم نے چار پجاریوں کو اپنے پستولوں سے نشانہ اجل بنا دیا۔ پھر اس خیال سے کہ اگر ہم گرفتار ہو گئے تو ہم کو مار ڈالا جاویگا۔ ہم نے بُت کو لوٹنے کا ارادہ کر لیا کہ اپنے وطن میں ان جواہرات وغیرہ کو لیجا کر دکھائینگے۔ چنانچہ ہم دونوں نے ملکر ہیرے۔ لعل اور جواہرات وغیرہ بہت سے اکھاڑ لئے۔ اور آپس میں تقسیم کر لئے اور پھر فی الفور اپنے جہاز پر آ گئے۔ ہماری خوش قسمتی سے اُسی روز شام کے وقت ناخدا نے لنگر اُٹھایا۔ ہم نے اپنا راز اُس کے روبرو ظاہر نہ کیا اور اب بھی ظاہر کرنا نہیں چاہتے۔ مبادا ہم کو کوئی نقصان پہنچے۔ لیکن صاحب یہ لعل میرے کسی کار آمد نہیں میں نے سنا ہے کہ آپ معقول قیمت پر انہیں خریدتے ہیں اس واسطے میں آپ کے پاس آیا ہوں کہ آپکے ہاتھ فروخت کروں"

عطاء اللہ "البتہ میں اُن جواہرات وغیرہ کو خریدتا ہوں جو کمیاب اور لاثانی ہوں۔ تمہاری سرگذشت واقعی عجیب ہے"

احمد آفندی "میں تنہا آپ کے پاس آئی ہوں۔ کیونکہ میرا ساتھی بلا کا ڈرپوک ہے تاہم اگر مجھ سے آپ کا سودا ہوگیا تو میں یا تو اسے ساتھ لے آؤں گا۔ یا کم از کم اسکے حصہ کے جواہرات بھی خود ہی لے آؤنگا"

عطاء اللہ "لیکن میں اس قدر تو خرید نہیں سکتا۔ میں جو اچھے ہونگے چُن کر خرید لونگا۔ لاؤ میں تمہارے تو دیکھوں"

احمد آفندی "اول صاحب آپ یہ وعدہ کریں۔ کہ آپ اس معاملہ کو خفیہ رکھینگے اور کسی پر ظاہر نہ کریں گے"

عطاء اللہ "ضرور میں اپنا کاروبار خفیہ طور پر ہی کیا کرتا ہوں"

احمد آفندی "میرا بھی یہی خیال تھا اس معاملہ کا ظاہر کرنا نامناسب ہے اب صاحب لیجئے یہ وہ لعل ہیں اور کیوں لاثانی ہیں کہ نہیں"

عطاء اللہ "واقعی بہت ہی عمدہ ہیں۔ لیکن اس لعل کو کان سے نکالتے وقت بال پڑ گیا ہے"

احمد آفندی "کیا بال پڑ گیا ہے"

اس لعل میں کوئی بھی بال وغیرہ نہ تھا۔ لیکن احمد آفندی نے اس خیال سے کہ عطاء اللہ نے اس کی کہانی پر یقین کر لیا ہے ہاں میں ہاں ملادی"

احمد آفندی "مجھے تو چنداں شناخت نہیں آپ ان چیزوں کو بخوبی پہچان سکتے ہیں۔ لیکن اب آپ یہ بتائیں کہ آپ کیا قیمت دینگے"

عطاء اللہ "(مسکرا کر) صاحب مجھ کو ان کے خریدنے کا شوق تو ہے نہیں۔ میں تو ان کو اچھی قیمت پر فروخت کرنے اور فائدہ اُٹھانے کی لالچ سے خریدتا ہوں۔ لیکن اگر میں ان لعلوں کو خرید لوں۔ تو فروخت کہاں کروں"

احمد آفندی "کیا وہ ایسے ہی بیش قیمت ہیں۔ لیکن آپ ان کو خرید لیں۔ کیونکہ میرے کسی کام کے نہیں اور مجھکو روپیہ کی ضرورت ہے"

عطاء اللہ "لیکن اس وقت تو ان کی قیمت ادا کرنے واسطے یہاں میرے پاس کافی روپیہ نہیں ہے میں پہلے بمبئی جاکر روپیہ لاؤں گا

اگر تم کو یہ شرط منظور ہو۔ تو میں قیمت لگا دوں۔ لیکن ان لعلوں کو تمہیں میرے پاس چھوڑ جانا ہوگا"

احمد آفندی "نہیں صاحب یہ ذرا ٹیڑھی بات ہے مجھے کس طرح یقین آوے کہ تم نیپلز سے واپس آجاؤگے"

عطاءاللہ "اگر تم کو یہ خیال ہے تو تم میرے ساتھ ہی نیپلز چلے چلو"

احمد آفندی "یہ بھی ناممکن ہے اگر میں تمہارے ساتھ نیپلز چلوں تو میرا ناخدا تمہارے ساتھ مجھکو دیکھیگا تو اسکو ضرور شبہ پیدا ہو جاوے گا۔ میری یہ خواہش ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہو۔ اگر مجھ کو معقول قیمت ان لعلوں کے واسطے مل گئی۔ تو میں اپنے گذارہ کے لئے جائداد خرید لونگا۔ اور ملازمت سے سبکدوش ہو جاؤنگا"

عطاءاللہ "یہ خیال تمہارا واقعی اچھا ہے۔ لیکن اگر میں نیپلز سے روپیہ لانے کی تکلیف بھی اٹھاؤں اور تم واپس نہ آؤ اس سے میرا بہت ہرج ہوگا"

احمد آفندی "(مسکرا کر) صاحب آپ اس بات کا فکر نہ کریں۔ میں واپس ضرور آؤنگا۔ آپ مجھ کو دن بتا دیں۔ میں اس روز آپ کے پاس آجاؤنگا۔ اور جواہرات بھی ساتھ لیتا آؤنگا جو میرے اور کس کئے ہیں"

عطاءاللہ "بہت اچھا صاحب تمہاری مرضی۔ پرسوں تم یہاں آجانا۔ بہتر ہوگا۔ کہ تم شام کے وقت آنا۔ کیونکہ اگر تم دن کیوقت آئے تو غالباً کوئی نہ کوئی یہاں ضرور ہوگا۔ اور میں نہیں چاہتا۔ کہ کسی کو شبہ پیدا ہو"

احمد آفندی "بہت اچھا صاحب میں پرسوں شام کے وقت ضرور آجاؤنگا۔ اب آپ اس کی قیمت کا بھی فیصلہ کر دیں"

عطاءاللہ "ایک لاکھ بیس ہزار اشرفی"

احمد آفندی "یا خدا کیا اس بت کی آنکھوں کی اسقدر قیمت ہے؟"

عطاءاللہ "میرے نزدیک تو اس قدر ہے۔ لیکن غالباً کسی اور جگہ تم کو اسقدر نہیں ملیگی"

احمد آفندی "میں تم سے اقرار کرتا ہوں کہ کسی اور جگہ فروخت نہیں کرونگا۔ مجھ کو اسقدر قیمت ہاتھ آنے کی امید نہ تھی۔ صاحب میں

دیانتدار آدمی ہیں۔ کل۔ نہیں نہیں پرسوں شام کے وقت آونگا (دل میں) میرا وقت کس طرح گزر گیا اسقدر دولت کی امید ہیں۔ میں ایک امیر آدمی بنجاؤنگا۔ میرا محل۔ گھوڑے گاڑیوں سے بھرا ہوگا اب بیاہ بھی ضرور کرونگا۔ اچھا صاحب سلام "

احمد آفندی کے چلے جانے کے بعد عطاء اللہ اسپنے کاریگر سے مخاطب ہوا۔

عطاء اللہ "نادر میں نیپلز جاتا ہوں اور کل یا پرسوں غالباً واپس آؤں گا "

نادر "بہت اچھا۔ اگر کوئی شخص دریافت کرے تو اسے بھی کہدیا جاوے "

عطاء اللہ "ہاں "

چنانچہ عطاء اللہ نے لباس بدلکر ایک گاڑی منگوائی اور اس میں سوار ہوکر ملاذو کی طرف روانہ ہوگیا "

بدقسمتی سے ملا صاحب گھر میں موجود نہ تھے۔ اور عطاء اللہ کو ان کا انتظار کرنا پڑا۔ لیکن وہ رات کو بھی واپس نہ آئے۔ چنانچہ عطاء اللہ رات کو بھی وہیں سویا۔ صبح کے وقت ملا صاحب تشریف لے آئے "

ملا صاحب - تمہاری صورت سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کوئی نیا واقعہ پیش آیا۔ کب سے یہاں انتظار کر رہے ہو "

عطاء اللہ "کل سے "

ملا صاحب "اچھا تو کیا تم رات کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی "

عطاء اللہ "نہیں میں نے تمہارے آدمی سے کہدیا تھا۔ کہ تمکو میرے آنے کی امید ہے "

ملا صاحب "اچھا اب کیا واقعہ پیش آیا۔ تم کوئی تازہ خبر سنانا چاہتے ہو "

عطاء اللہ "ہاں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے مرحوم کے جواہرات دیکھے ہیں "

ملا صاحب "کیا سب "

عطاء اللہ "نہیں صرف دو لعل اور میں نہیں کہہ سکتا کہ کتنے ہیں۔ لیکن یہ دونوں بہت ہی قیمتی ہیں "

ملا صاحب "کون لایا تھا۔ احمد آفندی کا کوئی اور منشی؟ "

عطاء اللہ "نہیں ایک ملاح۔ جس نے ان لعلوں کو بدھ دیوتا کی

اگر تم کو یہ شرط منظور ہو۔ تو میں قیمت لگا دوں۔ لیکن ان لعلوں کو تمہیں میرے پاس چھوڑ جانا ہوگا"۔

احمد آفندی:۔ "نہیں صاحب یہ ذرا ٹیڑھی بات ہے مجھے کس طرح یقین آوے کہ تم نیپلز سے واپس آجاؤ گے"۔

عطاءاللہ:۔ "اگر تم کو یہ خیال ہے تو تم میرے ساتھ ہی نیپلز چلے چلو"۔

احمد آفندی:۔ "یہ بھی ناممکن ہے اگر میں تمہارے ساتھ نیپلز چلوں تو میرا ناخدا تمہارے ساتھ مجھکو دیکھ لے تو اس کو ضرور شبہ پیدا ہو جاوے گا۔ میری یہ خواہش ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہو۔ اگر مجھ کو معقول قیمت ان لعلوں کے واسطے مل گئی۔ تو میں اپنے گذارہ کے لئے جائداد خرید لونگا۔ اور ملازمت سے سبکدوش ہو جاؤنگا"۔

عطاءاللہ:۔ "یہ خیال تمہارا واقعی اچھا ہے۔ لیکن اگر میں نیپلز سے روپیہ لانے کی تکلیف بھی اٹھاؤں اور تم واپس نہ آؤ اس سے میرا بہت ہرج ہوگا"۔

احمد آفندی:۔ (مسکرا کر) "صاحب آپ اس بات کا فکر نہ کریں۔ میں واپس ضرور آؤنگا۔ آپ مجھ کو دن بتا دیں جس روز آپ کے پاس آجاؤنگا۔ اور جواہرات بھی ساتھ لیتا آؤنگا میں اور کس کام کے ہیں"۔

عطاءاللہ:۔ "بہت اچھا صاحب تمہاری مرضی۔ پرسوں تم یہاں آجانا۔ بہتر ہوگا۔ کہ تم شام کے وقت آنا۔ کیونکہ اگر تم دن کے وقت آئے تو غالباً کوئی نہ کوئی یہاں ضرور ہوگا۔ اور میں نہیں چاہتا۔ کہ کسی کو شبہ پیدا ہو"۔

احمد آفندی:۔ "بہت اچھا صاحب میں پرسوں شام کے وقت ضرور آجاؤنگا۔ اب آپ اس کی قیمت کا بھی فیصلہ کر دیں"۔

عطاءاللہ:۔ "ایک لاکھ بیس ہزار اشرفی"

احمد آفندی:۔ "یا خدا کیا اس بت کی آنکھوں کی اسقدر قیمت ہے؟"

عطاءاللہ:۔ "میرے نزدیک تو اس قدر ہے۔ لیکن غالباً کسی اور جگہ تم کو اسقدر نہیں ملیگی"۔

احمد آفندی:۔ "میں تم سے اقرار کرتا ہوں کہ کسی اور جگہ فروخت نہیں کرونگا۔ مجھ کو اسقدر قیمت ہاتھ آنے کی امید نہ تھی۔ صاحب میں

دیانتدار آدمی ہیں۔ کل۔ نہیں نہیں
پرسوں شام کے وقت آؤنگا (دل میں)
میرا وقت کس طرح گذر گیا اسقدر دولت
کی امید میں۔ میں ایک امیر آدمی
بنجاؤنگا۔ میرا محل۔ گھوڑے گاڑیوں
سے بھرا ہوگا اب بیاہ بھی ضرور کرونگا۔
اچھا صاحب سلام "
احمد آفندی کے چلے جانے کے
بعد عطاء اللہ اسپنے کا۔ نیگر سے
مخاطب ہوا۔
عطاء اللہ "نادر میں نیپلز جاتا
ہوں اور کل یا پرسوں غالباً واپس
آؤنگا "
نادر "بہت اچھا۔ اگر کوئی شخص
دریافت کرے تو اسے بھی کہدیا
جاوے "
عطاء اللہ "ہاں "
چنانچہ عطاء اللہ نے لباس بدلکر
ایک گاڑی منگوائی اور اس میں سوار
ہوکر ملاؤ کی طرف روانہ ہوگیا "
بدقسمتی سے ملا صاحب گھر میں موجود
نہ تھے۔ اور عطاء اللہ کو ان کا
انتظار کرنا پڑا۔ لیکن وہ رات کو بھی
واپس نہ آئے۔ چنانچہ عطاء اللہ
رات کو بھی وہیں سویا۔ صبح کے وقت

ملا صاحب تشریف لے آئے "
ملا صاحب - تمہاری صورت
سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کوئی نیا واقعہ
پیش آیا کب سے یہاں انتظار کر رہے
ہو "
عطاء اللہ "کل سے "
ملا صاحب "اچھا تو کیا تم رات کو
کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی "
عطاء اللہ "نہیں میں نے تمہارے
آدمی سے کہدیا تھا۔ کہ تمکو میرے
آنے کی امید ہے "
ملا صاحب "اچھا اب کیا واقعہ
پیش آیا۔ تم کوئی تازہ خبر سنایا
چاہتے ہو "
عطاء اللہ "ہاں۔ میں نے اپنی
آنکھوں سے مرحوم کے جواہرات
دیکھے ہیں "
ملا صاحب "کیا سب "
عطاء اللہ "نہیں صرف دو لعل
اور میں نہیں کہہ سکتا کہ کتنے ہیں۔
لیکن یہ دونوں بہت ہی قیمتی ہیں "
ملا صاحب "کون لایا تھا۔ احمد
آفندی کا کوئی اور منشی؟ "
عطاء اللہ "نہیں ایک ملاح۔
جس نے ان لعلوں کو بدھ دیوتا کی

آنکھوں سے نکلا تھا۔"

ملا صاحب :- "یار اس مذاق کو جانے دو اور صاف بیان کرو۔"

چنانچہ عطاء اللہ نے کل واقعہ مفصل سنایا۔

عطاء اللہ :- "احمد آفندی نے ملاحوں کا بھیس بدلا ہوا تھا۔ اور اُسکو خیال تھا کہ اسکو ملاحوں کے بھیس میں کوئی نہیں پہچانیگا لیکن میں نے اُسے دیکھتے ہی پہچان لیا۔"

ملا صاحب :- "تو پھر کچھ شک نہیں وہ ہی چور ہے۔"

عطاء اللہ :- "میرا اب منشاء یہ ہے کہ چونکہ وہ کل آویگا جواہرات وغیرہ لیتا آویگا۔ میں جب قیمت دینے لگوں تو تم بھی نکل آنا اور اسکو پکڑ لینگے۔ اس طرح سے کل خزانہ ملجائیگا۔ پھر ہم دونوں کوٹانو چلینگے اور وہاں میں اپنے کو ظاہر کر کے اپنی بیگناہی کا ثبوت پیش کر دوں گا۔ لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ پہلے ہم کوٹانو چلکر دونوں بھائیوں سے مل کر اُن کو بھی خبر کر دیں۔"

ملا صاحب :- "بہت عمدہ تجویز ہے۔"

چنانچہ عطاء اللہ اور ملا صاحب کشتی میں سوار ہو کر کوٹانو جا پہنچے۔ اور راجہ صاحب کے مکان کا راستہ لیا۔ راجہ عبداللہ خاں اور احسن بیگ بڑے تپاک سے پیش آئے۔ مرزا احسن بھی وہاں موجود تھا۔ اور وہ جوہری کو دیکھ کر کسیقدر گھبرا گیا۔

ملا صاحب :- "صاحبان میں ایک ضروری کام کے لیئے آیا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ صاحب جوہری ہیں اور اکثر جواہرات خریدا کرتے ہیں کل ان کے پاس ایک شخص جس نے ملاحوں کا لباس پہنا ہوا تھا۔ دو لعل فروخت کے لیئے لایا۔ اور اُس نے بناوٹی کہانی سنائی۔ جس سے ان کو شک ہوا۔ چنانچہ انہوں نے مجھ سے آکر ذکر کیا مجھ کو چونکہ معلوم تھا کہ مرحوم کا صندوق جس میں جواہرات وغیرہ تھے چوری ہو گیا ہے۔ لہذا مجھے بھی شک پیدا ہو گیا کہ شاید وہ ہی جواہرات ہوں۔"

مرزا احسن :- "واقعی۔ کیا تم نے اس شخص کو گرفتار کر لیا۔"

احسن بیگ :- "واہیات۔ انکے پاس کیا ثبوت تھا۔ یہاں کوئی ایسا شخص نہیں۔ جو ان جواہرات کو پہچان سکے۔"

مرزا احسن "مجھکو تمہاری رائے سے اتفاق نہیں۔ اس بد ذات عطاء اللہ نے ان کو چورایا اور غالباً چند جواہرات ضرور خرچ کردئے ہیں۔ اگر یہ ملاح ہمارے ہاتھ آجاوے تو اُسکو اقبال کرنے پر مجبور کریں گے کہ اُس نے کہاں سے لئے تھے۔ جسکا نتیجہ یہی نکلیگا کہ عطاء اللہ ہی چور تھا"

احسن بیگ "فضول اور محض بیہودہ۔ جیسا کہ میں بیگناہ ہوں۔ ویسا ہی عطاء اللہ ہے۔ تمہارے اس بیہودہ شک نے ایک ایسے شخص کو ہم سے گنوا دیا ہے۔ جس سے غالباً ہم کو بہت کچھ فائدہ ملتا"

ملا صاحب آپ کی کیا رائے ہے میرے خیال میں آپ نے ضرور کوئی نہ کوئی تجویز تو سوچی ہوگی۔

راجہ صاحب "ہاں ضرور کوئی نہ کوئی تجویز کرنی لازم ہے"

ملا صاحب "سنو صاحبو! ہم جانتے ہیں کہ کس نے مرحوم کا صندوق چرایا تھا۔ اس ملاح نے بھیس بدلا ہوا تھا۔ اور وہ شخص ہے۔ جسے آپ سب لوگ بخوبی جانتے ہیں۔ میں ابھی اسکا نام بتانا نہیں چاہتا۔ کیونکہ اگر ذرا سی بات بھی نکل گئی تو پھر ممکن نہیں کہ ہم اُس صندوق کے حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکیں۔ کیونکہ وہ فوراً بھاگ جائیگا۔ اور میرے خیال میں تمہاری خواہش زیادہ تر یہ ہے کہ تمہارا خزانہ ملجاوے خواہ چور کو سزا ہو یا نہ ہو"

مرزا احسن "نہیں خزانہ بھی مل جاوے اور سزا بھی ہو۔ ہماری خواہش دونوں باتوں کی ہے"

احسن بیگ "چپ کرو۔ اور ملا صاحب کی بات سننے دو۔ کل سرگذشت تو سُن لینے دو۔ پھر"

ملا صاحب "ہاں صاحب میں یہ کہنے لگا تھا کہ ہم نے صرف دو لعل دیکھے۔ اگر ہم اُس کو گرفتار کریں تو وہ باقی کبھی واپس نہیں دیگا۔ کیونکہ اُسکو سزا کا یقین ہو جائیگا۔ لیکن جب اُسکو یہ یقین ہو گیا کہ اس کی بدذاتی ظاہر ہو گئی ہے اور ہم اُسکو وعدہ معافی دیدیں تو وہ کچھ شک نہیں کل خزانہ واپس دیدیگا"

احسن بیگ "ٹھیک۔ یہ تجویز بہت عمدہ ہے۔ اس سے خزانہ لے لیا جاوے۔ اور اسکو چھوڑ

دیا جاوے۔ چنانچہ تم اس کا انتظام کیسے کروگے"۔

ملا صاحب: "ان صاحب نے اُس سے کل شام کو خریدنے کا اقرار کیا ہوا ہے۔ اور تجویز یہ قرار پائی ہے کہ میں اور آپ صاحبوں میں سے ایک چلکر اُس کے آنے سے پیشتر وہاں چھپ رہیں۔ اور جب وہ آوے تو اُسے فوراً پکڑ لیویں جب ہم ظاہر کر دینگے کہ ہم نے اُسے پہچان لیا ہے تو وہ موم کی مانند نرم ہو جاویگا"۔

راجہ صاحب: "لیکن جاویگا کون۔ احسن بیگ تو ابھی چلنے سے معذور ہے۔ میرا بھائی نیپلز میں گیا ہوا ہے اور میں نہیں جا سکتا مرزا احسن البتہ تنہا جا سکتا ہے"۔

مرزا احسن: "مجھ کو کوئی عذر نہیں۔ ملا صاحب اور جوہری صاحب کی مدد مجھ کو کافی ہے۔ ہم تینوں ایک شخص کو بخوبی گرفتار کر سکتے ہیں۔ گو ملا صاحب لڑنے بھڑنے کے کام کے تو نہیں ہوتے"۔

ملا صاحب: "تو کیا تمہارے خیال سب ملا تو گویا کاغذ کے بنے ہوتے ہیں میں ایسا حلوا نہیں ہوں"۔

مرزا احسن: "صاحب میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ کہ تم بزدل ہو"۔

احسن بیگ: "تمہیں تو بات تک کرنے کا سلیقہ نہیں۔ جو کچھ بیہودہ منہ میں آتا ہے بک دیتے ہو"۔

ملا صاحب: "میری یہ رائے ہے کہ مرزا احسن میرے مکان پر کل آجاوے اور کل ہم اکٹھے سینما چلینگے"۔

مرزا احسن: "بہت اچھا میں تڑکے ہی وہاں پہنچ جاؤنگا"۔

سولھواں باب

ملاذو میں پہنچ کر عطاء اللہ ملا صاحب کو جلدی آنے کی تاکید کرکے خود سینما کی طرف روانہ ہو گیا۔ خاصی رات ہو چکی تھی۔ جس وقت عطاء اللہ اپنی دوکان میں پہنچا۔ اس کا کاریگر دوکان بند کرکے چلا گیا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ اپنا کمرہ کھول کر پلنگ پر لیٹ گیا۔ لیکن خوشی میں اس کو نیند نہ آئی۔ ابھی صبح کاذب ہی تھی کہ عطاء اللہ اُٹھ بیٹھا اور ضروریات سے

فارغ ہوکر دوکان کے چبوترہ پر ٹہلنے لگ گیا - صبح صادق ہونے پر نادر بھی آن پہنچا - اور عطاء اللہ کو چبوترہ پر اس قدر تڑکے ہی ٹہلتے دیکھ کر حیران ہوگیا - کیونکہ عطاء اللہ کا قاعدہ تھا - کہ وہ دیر سے بیدار ہؤا کرتا تھا "

نادر " آج تو آپ بہت تڑکے ہی بیدار ہوئے ہیں "

عطاء اللہ " نادر میں آج ایک خاص کام کے لئے سخت متفکر ہو رہا ہوں - اس واسطے مجھ کو شب بھر نیند نہیں آئی - میری عدم موجودگی میں کوئی نئی بات تو نہیں ہوئی ؟

نادر " نہیں معمولی طور پر کام کاج والے لوگ آتے رہے ایک شخص سونے کی بالیاں فروخت کرنے آیا تھا - جنکو میں نے خرید لیا اگر آپ کے ناپسند ہوں تو میں رکھ لونگا - ایک اور شخص کشیدہ کا کام لایا تھا - لیکن میں نے اُسے کہا کہ کشیدہ وغیرہ ہم خریدا کرتے ہیں "

عطاء اللہ " نہیں تم نے بہت اچھا کیا - لیکن مجھے کوئی ملنے تو نہیں آیا تھا "

نادر " ہاں خوب یاد آگیا - کہ وہ ملاح آیا تھا - جو پرسوں آپ کے پاس بیٹھا رہا تھا - اُس نے آکر آپکو دریافت کیا - لیکن میں نے آپ کے حسب الحکم کہدیا کہ نیپلز گئے ہوئے ہیں "

عطاء اللہ " اچھا - پھر کیا کہا ؟ یہ سُنکر کچھ خوشی ظاہر کی ؟ "

نادر " ہاں وہ بہت ہی خوش ہوگیا بلکہ میں اس کی خوشی پر حیران تھا میں نے خیال کیا کہ آپ نے شائد اُسکے ساتھ نیپلز جانیکا وعدہ کیا ہؤا ہے "

عطاء اللہ " ٹھیک - نادر وہ ہی ملاح آج شام کو پھر یہاں آئیگا اور میں چاہتا ہوں کہ تم معمول سے زیادہ دیر تک یہاں ٹھیرے رہنا - کیونکہ ممکن ہے کہ مجھکو تمہاری ضرورت ہو - لیکن خاموش رہنا - کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ اس کی کسیکو خبر تک ہو "

نادر " بہت اچھا صاحب آپ بے فکر رہیں "

صاحبان دن ڈھل چکا تھا - کہ ملا صاحب آن پہنچے "

عطاء اللہ " کیا تم تنہا ہی آئے ہو "

ملا صاحب " ہاں مرزا احسن نے مجھ کو مایوس کر دیا - وہ خود تو آئے نہیں لیکن یہ خط بھیجدیا - میرے مکان پہ

کوئی آکر اس خط کو چھوڑ گیا تھا۔
کوئی لونڈا سا تھا جو اکثر ساحل کے
کنارے پر منڈلایا کرتا ہے کہنے لگا
کہ ایک شخص دخانی کشتی پر سوار
تھا۔ جس نے اُسکو بلا کر ایک روپیہ
دیا کہ اس خط کو میرے مکان پر پہنچا
دے۔ کچھ شک نہیں دخانی کشتی
مرزا احسن کی تھی۔ اور اُس میں
وہ خود ہی سوار رہتا تھا"

چنانچہ عطاء اللہ نے اس خط
کو لے کر پڑھنا شروع کیا۔ جسکا
مضمون مفصلہ ذیل تھا:۔

میرے محسن ملا صاحب۔ مجھکو اس
بات کا سخت افسوس ہے کہ میں خود حاضر
نہیں ہو سکتا۔ میں اتفاق سے
بلکایک بیمار ہو گیا ہوں اور مکان
سے باہر نکلنے کے قابل نہیں ہوں۔
مجھ کو افسوس زیادہ تر اسبات کا
ہے کہ میں کچھ بھی مدد نہیں کر سکتا
کیونکہ مجبور ہوں۔ مجھ کو یقین ہے
کہ آپ اور جوہری صاحب دونوں
ملکر اُس معاملہ کا بخوبی انتظام کر لینگے
مجھ کو آپ دونوں پر پورا پورا اعتبار
ہے اگر آپکو میری کشتی کی ضرورت
ہو تو وہ حاضر ہے۔ کیونکہ اس معاملہ
کا فیصلہ کرنیکے بعد غالباً تم دونوں
کو ٹاپو آؤ گے۔ لہذا اگر مناسب جانو
تو ناخدا کو حکم دیدینا کہ وہ بھی ٹھیرا
رہے۔

آپکا صادق دوست

مرزا احسن

عطاء اللہ "پھر"

ملا صاحب "جب وہ بیمار ہے
تو پھر اُسکے آنے کی امید نہیں ہو سکتی"

عطاء اللہ "اس کا آنا نہ آنا میرے
خیال میں یکساں ہے"

عطاء اللہ "یہ تو درست ہے
لیکن میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ مجھ کو
ہرگز یقین نہیں آتا کہ وہ بیمار ہو۔
وہ بڑا بزدل ہے کیونکہ کئی وجوہات
سے اسکی بزدلی کا مجھ کو کافی ثبوت
مل چکا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ وہ
ڈرتا ہے۔ اس کو اسبات کی جرأت
نہیں پڑتی کہ دوسرے دو آدمیوں
کے ساتھ ملکر ایک پر حملہ کرے وہ
صرف یہ چاہتا ہے کہ بلا مشقت
اُسکو خزانہ مل جائے"

ملا صاحب "تم درست کہتے ہو
ایسا ہی ہوگا۔ مجھ کو وہ خود ایک
آنکھ نہیں بھاتا۔ اس میں چند نقائص
ہیں۔ اور احسن بیگ میں اور اسمیں

زمین و آسمان کا فرق ہے "
عطاء اللہ "احسن بیگ انسان ہے "
چنانچہ اس کے بعد معمول سے
پیشتر ہی دونوں نے کھانا کھالیا اور
پھر دوکان میں واپس آکر نادر کو
کھانا کھانے کے لئے بھیجدیا۔ جب
وہ کھانا کھاکر آگیا۔ تو عطاء اللہ
نے اس سے کہا۔
عطاء اللہ " نادر۔ آج کی شب ہم
کو بہت ہی ضروری کام کو سرانجام
دینا ہے۔ وہی ملاح جو دو دفعہ
یہاں آچکا ہے۔ آج پھر تھوڑی ہی
دیر میں یہاں آوے گا۔ تم اپنی
جگہ بیٹھے رہنا۔ اور مولوی صاحب
میرے کمرے کے ساتھ دوسرے کمرہ
میں چھپ کر بیٹھے رہینگے۔ میں حسب
معمول اپنے کمرہ میں بیٹھ کر معاملہ کرونگا
جب وہ ملاح آوے اور مجھے پوچھے
تو تم بھی اُسے یقین دلانا۔ کہ میں
بالکل تنہا ہوں اور اُسے فی الفور
میرے پاس لے آنا۔ پھر جب وہ
میرے ساتھ باتوں میں مشغول ہوجائے
تو تم باہر کا دروازہ بند کرکے
مقفل کردینا۔ اور ہرگز کسیکو باہر
نکلنے نہ دینا۔ جب تک میں یا مولوی
صاحب نہ کہیں۔ ہرگز کسی کو باہر
نکلنے نہ دینا۔ بات یہ ہے۔ کہ اس
ملاح کو ہم تھوڑی دیر کیلئے قیدی
بنانا چاہتے ہیں۔ سمجھ گئے؟"
نادر " ہاں صاحب بخوبی "
چنانچہ نادر کو اچھی طرح سے
سمجھاکر پھر عطاء اللہ اور ملا صاحب
بیٹھ کر آہستہ آہستہ سے باتیں
کرنے لگے "
عطاء اللہ " مولوی صاحب
میرے خیال میں مناسب تھا اگر تم
اُس کی کشتی کو مانگ لیتے۔ کیونکہ تم
فی الفور یہاں آجاتے۔ اور جب
وہ خزانہ جس کی ہم کو تلاش ہے
مل جاتا۔ تو پھر ہم یہاں سے سیدھے
کوٹا لو چلے جاتے۔ اور اب ہمکو پہلے
ملاذ وجانا پڑیگا۔ پھر ہم کوٹالو پہنچینگے "
ملا صاحب " تو میرے ایسا
کرنے میں کونسا چنداں حرج ہوگیا ہے
میں اُس کی کسی چیز کو لینا نہیں
چاہتا۔ اگر ہم کو خزانہ مل گیا تو
ہم بلا تکلیف صبح کو روانہ ہوکر کوٹالو
پہنچ جائینگے "
عطاء اللہ " میرا یہ مطلب نہیں ہے میں تو
صرف آرام کی نسبت فکر کررہا تھا "

آدھ گھنٹہ کے انتظار کے بعد احمد آفندی آگیا۔ ملا صاحب دوسرے کمرہ میں چلے گئے اور دروازہ بند کرلیا۔

احمد آفندی "جوہری صاحب ہیں؟"

نادر "ہاں صاحب وہ اسطرف اپنے کمرہ میں ہیں۔"

احمد آفندی "کیا وہ تنہا ہیں؟"

نادر "بالکل تنہا۔ رات کے وقت اُنکے پاس کوئی نہیں ہوتا۔ چنانچہ نادر احمد آفندی کو اندر لے گیا۔"

احمد آفندی "صاحب میں آگیا ہوں۔"

عطاءاللہ "مجھے بھی آپ ہی کا انتظار تھا۔ لیکن آپ نے بہت دیر لگائی۔ اگر مجھ کو یہ خبر ہوتی۔ کہ آدھی رات تک آپ کا انتظار کرنا ہوگا۔ تو میں کبھی آپ سے وعدہ نہ کرتا۔"

احمد آفندی "نہیں صاحب ابھی آدھی رات تو نہیں ہوئی۔ لیکن ایسے کاموں کیلئے رات کا وقت ہی مناسب ہوتا ہے۔"

عطاءاللہ "صاحب میں ایسے کام نہیں کیا کرتا۔ جو دن کے وقت نہ ہوں۔ بات یہ ہے۔ کہ تمہارے پاس دو جواہر فروخت کے لئے ہیں اور میرے پاس اُنکی قیمت ادا کرنے کیلئے روپیہ ہے کیا یہ کافی نہیں ہے۔"

احمد آفندی "ہاں۔ اور میں آیا کس لئے ہوں۔ تم نیپلز سے روپیہ لے آئے ہو۔"

عطاءاللہ "تم بخوبی جانتے ہو کہ میں گیا تھا یا نہیں۔ تم میری عدم موجودگی میں پوچھنے آئے ہی تھے۔"

احمد آفندی "ہاں یہ سچ ہے خدا جانتا ہے۔ مجھ کو بڑا ہی فکر تھا۔ میرے نزدیک یہ بہت ہی مشکل کام ہے۔ میں جو بالکل مفلس و قلاش ہوں۔ زندگی بھر جس نے ایک کوڑی کی شکل نہیں دیکھی۔"

عطاءاللہ "میرا بھی یہی خیال تھا۔"

عطاءاللہ نے اُٹھ کر میز کی درازوں کو کھولنا اور اس میں کچھ تلاش کرنا شروع کیا جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اُسکو یاد نہیں آیا۔ کہ اس نے کوئی چیز کہاں رکھی ہے اس اثنا میں دروازہ کے بند ہونے اور چٹکنی لگنے کی آہٹ ہوئی۔

احمد آفندی "یہ کیا ہے وہ شخص یہاں کیا کر رہا ہے؟"

عطاءاللہ "یہ کیوں۔ وہ دروازہ بند کرنے لگا ہے۔ اتنی رات گئے جب میں ایک لاکھ بیس ہزار اشرفی کی رقم نکالنے لگتا ہوں۔ تو دروازہ بند کرلیا جاتا ہے کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ چور اور ڈاکو میری دوکان میں گھس آویں"۔

احمد آفندی "ٹھیک خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔ اس سے کہدو۔ دروازہ خوب طرح سے بند کرلے"۔

میز کی ایک دراز میں پستول تھا اس دراز کو عطاءاللہ نے کھلا رہنے دیا۔ تاکہ اگر ضرورت ہو تو پستول نکالنے میں دیر نہ لگے پھر اُس نے لوہے کے صندوق کے پاس جاکر اُس کو کھولا اور اُسمیں سے چھوٹا صندوق اشرفیوں کا نکالا۔ چونکہ صندوقچہ کسیقدر وزنی تھا۔ اس واسطے عطاءاللہ نے دیدہ دانستہ اُسکو کسیقدر زور سے میز پر رکھدیا تاکہ آواز پیدا ہو۔

عطاءاللہ "اس میں اشرفیاں اور سونا ہے۔ ایسے معاملات میں سونا ہی کارآمد ہوتا ہے تم اشرفیوں کو جہاں چاہو استعمال کرسکتے ہو۔ اور لینے والوں کو شک بھی نہیں ہوتا بلکہ اشرفیوں کو وہ خوشی سے لے لیتے ہیں۔ ٹھیرو۔ میں نے ایک لاکھ بیس ہزار اشرفیاں کہی تھیں۔ کیوں"۔

احمد آفندی "ہاں صاحب۔

احمد آفندی کے جوش کی اسوقت کوئی انتہا نہ تھی۔ اور اُس نے بیچینی سے کرسی پر پہلو بدلنے شروع کئے:۔

عطاءاللہ "نادر!"

نادر "آقا میں حاضر ہوں"۔

عطاءاللہ کا اشارہ پاکر وہ دروازہ میں کھڑا ہوگیا:۔

عطاءاللہ "اشرفیاں صندوقچہ سے نکالکر۔ میرے پاس یہ قیمت موجود ہے تم لعل نکالو"۔

اُس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے لعل نکالے۔ عطاءاللہ نے لے کر اُن کو غور سے دیکھنا شروع کیا کہ وہ ہی لعل ہیں جو اُس نے پہلے دیکھے تھے۔ اور احمد آفندی نے اشرفیاں لینے کے لئے ہاتھ پھیلایا"۔

عطاءاللہ "مولوی صاحب"۔

اس آواز کے نکلتے ہی ساتھ کے کمرہ کا دروازہ کھلا اور ملا صاحب نکل آئے۔ اسوقت احمد آفندی کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ اُس کے جسم سے طاقت زائل ہوگئی تھی۔ وہ

پیپل کے پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔ اُس نے کُرسی پر سے اُٹھنے کی کوشش کی۔ اور اُس کے چہرہ پر بلا کی زردی پھیل گئی۔"

احمد آفندی "کیا۔ اسکا کیا مطلب؟ یہ تم نے میرے لئے کیا جال پھیلایا ہے۔"

ملا صاحب احمد آفندی کے عین مقابل کھڑے تھے اور وہ کمبخت بید کی مانند کانپ رہا تھا۔

ملا صاحب "احمد آفندی!" یہ نام سُنکر وکیل صاحب چونک پڑے۔

ملا صاحب "احمد آفندی تیری کارستانی ظاہر ہو گئی ہے۔"

احمد آفندی "اسکا کیا مطلب ہے۔ یہ سب انتقام میرے لعل چھیننے کے لئے تم نے کیا ہے۔ مجھ کو جانے دو۔ لعل تم رکھ لو۔ لیکن مجھ کو زندہ جانے دو۔"

ملا صاحب "کیا تم نے مجھکو کبھی قزاقی کا کام بھی کرتے دیکھا ہے۔"

احمد آفندی کیا میں چور ہوں۔"

احمد آفندی "تم مجھ کو بار بار اس نام سے کیوں پکارتے ہو۔ میرا یہ نام نہیں ہے۔ میں وکیل ہوں۔"

ملا صاحب "تم جو ملاح ہو اور ابھی دور دراز سفر سے واپس آرہے ہو کیسے اس وکیل کو جانتے ہو۔ احمد آفندی خبردار۔ یہ چال اب نہیں چلنے کی۔ ہم تجھ کو بہت اچھی طرح سے جانتے ہیں ہم جانتے ہیں۔ کہ تم نے یہ جواہرات کہاں سے لئے ہیں۔ تم نے مرحوم احسن بیگ کے خزانہ کا صندوق اس غار میں سے چرا لیا۔ جہاں کہ عبداللہ نے اسکو دفن کیا تھا۔ ہمارا ارادہ اس وقت یہ ہے کہ تم کل جواہرات مع صندوق کے حوالے کردو۔ اب دو باتیں ہیں۔ یا تو صندوق اور تمام خزانہ دیدو۔ یا تحریری اقبال لکھدو اور اُس پر اپنے دستخط کردو۔ یا نتیجہ تم جانتے ہو کہ تمکو قید خانہ کی کوٹھڑی میں بیٹھنا پڑیگا۔"

احمد آفندی وکیل اور قید خانہ میں جا رہا ہے

احمد آفندی ذرا خیال تو کرو۔"

احمد آفندی "تم کیا کہتے ہو"

احمد آفندی۔ آہ میں جانتا ہوں کہ میرا نام احمد آفندی ہے۔ جب تم مجھکو بہت اچھی طرح سے جانتے ہو۔ میری آواز کو بخوبی پہچانتے ہو۔ لیکن میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔

جواہرات کا بیچنا کوئی گناہ نہیں ہے"

ملا صاحب "بیشک نہیں لیکن چوری کرنا گناہ بھی ہے اور جرم بھی"

احمد آفندی "میں نے کوئی چوری نہیں کی"

ملا صاحب "تو پھر تو نے یہ جھوٹی داستان کیوں سنائی کہ مندر کو لوٹا"

احمد آفندی "یہ میں نے عطاء اللہ کے ساتھ مشورہ کر کے ایک کہانی گھڑ لی تھی۔ تم غالباً عطاء اللہ کو جانتے ہو جو مرحوم احسن بیگ کا مختار تھا یہ صندوق مرحوم نے اُسکے سپرد کیا تھا۔ کہ اُسکے وارثوں کو دلائے مگر عطاء اللہ نے خود صندوق چرا لیا میں نے اس کا راز دریافت کر لیا۔ اور اُس نے مجھ کو یہ دو لعل دیئے تاکہ میں خاموش رہوں۔ یہ میرا کام نہ تھا۔ میں غریب آدمی ہوں۔ اور میرا ارادہ یہ تھا۔ کہ ان کو فروخت کر کے آرام سے گذارہ کروں۔ لیکن عطاء اللہ تو اب کہیں ملیگا بھی میں حیران ہوں۔ کہ وہ اسوقت کہاں ہے"

عطاء اللہ "وہ یہاں ہی موجود ہے دیکھو میں عطاء اللہ ہوں"

ملا صاحب "شریر انسان تو نے پھر جھوٹ بولا ہے"

احمد آفندی "یہ مجھکو اقبال ہے اپنے جرم سے اقبال ہے"

چنانچہ مولوی صاحب نے عطاء اللہ کی طرف اشارہ کیا۔

عطاء اللہ "نادر! تم اب جاؤ لیکن خبردار کسی سے تذکرہ تک نہ کرنا۔ خبردار"

نادر "بہت اچھا"

ملا صاحب "عطاء اللہ! احمد آفندی کو اقبال ہے اور وہ اقرار کرتا ہے کہ ہمکو اسجگہ لیجا کر جہانکہ صندوق دفن ہے سب کچھ حوالے کر دیگا اور میں نے وعدہ معافی کر لیا ہے"

عطاء اللہ "بہت اچھا یہ خزانہ ہمکو بدستور دیدے"

ملا صاحب "لیکن یہ کہتا ہے کہ اس نے اپنی ضرورت کے پورا کرنے کیواسطے سونے کی دو سلاخیں فروخت کر دی تھیں باقی سب کچھ ٹھیک ہے"

عطاء اللہ "لیکن اسکو معلوم کیسے ہوا"

احمد آفندی "عطاء اللہ تمکو یاد ہوگا کہ جب مرحوم بیہوش پڑا تھا تو میں کئی گھنٹوں تک اس کے پاس بیٹھا رہا تھا۔ تم کسی کام کے لئے

گئے ہوئے تھے۔ اس وقت ایکا یک مرحوم نے بڑبڑانا شروع کیا۔ اور بار بار خزانہ اور غار کا نام لیتا تھا چنانچہ اس نے بے ہوشی کے عالم میں وہ سب کچھ کہہ گیا۔ چنانچہ جب تم اجمیر گئے ہوئے تھے۔ تو میں کوٹا لو گیا اور رات کے وقت غار سے صندوق نکال کر لے آیا۔"

عطاء اللہ "اور پھر کیا ہوا؟"

ملا صاحب "احمد آفندی ابھی کسی اور وقت تم سے کچھ ذکر کرونگا۔ اب تم ہم کو اس صندوق کے پاس لے چلو رات بہت تھوڑی رہ گئی ہے۔ اور تھوڑی دیر کے لئے۔ دن نکل آئیگا۔"

چنانچہ مجبوراً وہ سب کو ساتھ لیکر اپنے مکان پر پہنچا اور پُشت کی جانب کا دروازہ کھولکر اندر لے گیا۔

عطاء اللہ "تمہارا کوئی ملازم نہیں ہے؟"

احمد آفندی "میرا ایک نوکر تھا لیکن میں نے اس کو کہیں بھیج دیا تھا۔ تاکہ اس معاملہ میں خلل نہ پڑے۔ مجھکو امید نہ تھی کہ ملا صاحب جیسے انسان سے پالا پڑ جائیگا۔"

چنانچہ اس نے عطاء اللہ اور مولوی صاحب کے روبرو صندوق کھولا جسے دونوں دیکھکر ششدر رہ گئے۔"

مولوی صاحب "بیشمار خزانہ ہے اور کروڑہا روپے کی مالیت کا۔"

عطاء اللہ "احمد آفندی اس کی چابی لاؤ۔"

چنانچہ عطاء اللہ نے ان دونوں لعلوں کو بھی صندوق میں رکھ کر صندوق مقفل کر دیا۔

مولوی صاحب "آؤ اب ملا دو چلیں۔ عثمانی سرائے میں میں اپنا گھوڑا اور گاڑی چھوڑ آیا ہوں وہاں چلکر سوار ہونگے۔"

چنانچہ جب دونوں گاڑی میں سوار ہو کر کچھ فاصلہ طے کر آئے تھے اور گھنے جنگل میں پہنچے تھے۔ تو یکایک آگ کا شعلہ دکھائی دیا۔ اور بندوق چلنے کی آہٹ ہوئی۔ عطاء اللہ کے سر میں درد سی محسوس ہوئی۔ اور وہ گاڑی سے گر پڑا۔ ساتھ ہی دوسری دفعہ بندوق پھر چلی۔ پھر وہ بے ہوش ہوگیا۔

ستارہواں باب

صبح کے وقت عطاءاللہ کو ہوش آیا۔ لیکن اسکا سر چکرا رہا تھا۔ اسکا چہرہ خون سے آلودہ ہو رہا تھا۔ اور وہ غضب کا ناتواں اور نحیف ہو رہا تھا۔ پھر یکایک کل واقع مجسم ہوکر اُسکی آنکھوں کے روبرو پھر گیا۔

پھر اُس نے نگاہ اُٹھاکر اِدھر اُدھر مولوی صاحب کو دیکھنا شروع کیا۔ وہ اندھا سڑک کے کنارہ پر عطاءاللہ سے کوئی بیس گز کے فاصلہ پر گرا پڑا تھا۔ لیکن مردہ تھا۔ اُس کو گولی نہ لگی تھی۔ لیکن جس حالت میں وہ گرا تھا اس سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ جب گھوڑا یا گاڑی کا کہیں نشان بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔ اس سے اسکو کسیقدر امید ہی بندھ گئی کہ مبادا صندوق چوروں کے ہاتھ نہ آیا ہو۔ اور ممکن ہے کہ جب گاڑی ملے تو صندوق بھی ملجائے۔ لیکن اس وقت اُس کو مولوی صاحب کا زیادہ تر خیال تھا۔ جس نے صندوق وغیرہ کو بھلا دیا۔

اس اثناء میں کسی دہقان کے چھکڑے کی آواز سنائی دی۔ جو مسینا کیطرف کسی سودے کیلئے جا رہا تھا۔

دہقان "کیوں کیا ہوا۔ کیا یہ شخص بیمار ہے"

عطاءاللہ "مرگیا ہے"

دہقان "مرگیا ہے یا خدا۔ اور سڑک پر۔ اور اور تم بھی تو زخمی ہوئے ہو۔ آخر ہوا کیا"

عطاءاللہ "قزاقوں نے ہم پر حملہ کرکے ہم کو لوٹ لیا۔ ہمارا گھوڑا اور گاڑی بھی نہیں ملتی"

دہقان "تم عجیب حالت میں ہو میں تمہاری کیا خدمت کرسکتا ہوں۔ کیا میرے ساتھ مسینا چلو گے۔ یا جسکو کہو میں یہاں بھیجدوں"

عطاءاللہ "میں مولوی صاحب کی لاش کو یہاں تنہا نہیں چھوڑ سکتا"

دہقان "ارے کیا یہ مولوی سیفی ہے۔ جو ملاذو میں رہتا تھا وہ نیک اور پارسا انسان۔ یہ کس بد ذات نے فعل کیا ہے۔ سسلی میں کون ایسا بدذات ہے۔ جس نے مولوی سیفی کو قتل کیا ہے"

عطاءاللہ "کوئی تو ضرور ہے۔ لیکن

وقت ضائع کرنا مناسب نہیں - یہ
بتاؤ کہ قریب کوئی مکان بھی ہے؟"
دہقان :- "یہ زمین میرے بھائی
کی ملکیت ہے - گر وہ خود تو یہاں
نہیں رہتا - ان کا مختار داؤد یہاں
رہتا ہے اور وہ اُس جگہ پر مکان
ہے - آؤ میں جان گیا ہوں - تم کیا
چاہتے ہو - میں تمہارے ساتھ مولوی
صاحب کی لاش کو اٹھا کر وہاں لے
چلتا ہوں"
چنانچہ وہ چھکڑے سے اُترا اور
عطاء اللہ کے ساتھ ملکر مولوی صاحب
کی نعش اٹھا کر اُس مکان میں لے گئے
یہاں بہت سے لوگ جمع ہو کر وجہ
پوچھنے لگے - عطاء اللہ نے کل واقعہ
سنایا تو ایک نوجوان نے جو داؤد کا
بیٹا تھا کہ جس کا نام محمد رضا تھا"
محمد رضا :- "اس چھکڑے سے کام
نہیں نکلیگا میں اپنے گھوڑے
پر سوار ہو کر سیدھا جاتا ہوں وہاں
کس کو اطلاع دوں پولیس انسپکٹر کو؟"
عطاء اللہ :- "ہاں - اور عثمانی مسجد
میں بھی خبر کرنا"
محمد رضا :- "لیکن تم - کوئی دوست
یا رشتہ دار نہیں"

عطاء اللہ :- "نہیں - میں وہاں کا
جوہری ہوں"
یہ سُنکر وہ جلدی سے سوار
ہو کر روانہ ہو گیا - آخر کار دو گھنٹوں
کے بعد انسپکٹر پولیس اور دو درویش
آ گئے - درویشوں نے آتے ہی
مولوی صاحب کی لاش کے غسل
دینے وغیرہ کا اہتمام کرنا شروع کیا
اور پولیس انسپکٹر عطاء اللہ کو بلا کر
ایک طرف لے گیا:-
انسپکٹر :- "سنو صاحب - اب ہم
اس کی کوئی امداد نہیں کر سکتے - اور
نہ ہی ہمیں وقت ضائع کرنا چاہیئے
تم مجھ کو کل واقعہ مفصل سناؤ -
یہ فعل کس سے سرزد ہوا ہے"
عطاء اللہ :- "مجھے کچھ بھی علم نہیں"
انسپکٹر :- "تم یہاں کیا کر رہے تھے
کیا مولوی صاحب اور تم اکٹھے
جا رہے تھے"
عطاء اللہ :- "ہاں ہم دونوں ایک
گاڑی میں سوار ہو کر جس میں ایک
ہی گھوڑا جتا تھا ملاذو جا رہے تھے
یہاں سے کچھ فاصلہ پر ہم پر ڈاکوؤں
نے حملہ کیا - میرے سر میں یہاں گولی لگی
جیسا کہ تم دیکھتے ہو - لیکن مجھ کو علم نہیں

کہ مولوی صاحب کس طرح مرے یا کسی نے مارا ہے"

انسپکٹر " عجیب قصہ سناتے ہو ملاؤ وکیوں جارہے تھے تم غالباً رات کیوقت ہی روانہ ہوئے ہو گے"

عطاءاللہ " ہاں کیونکہ آج صبح کیوقت ہی ہم کوٹانو پہنچنا چاہتے تھے"

انسپکٹر " اچھا یہ جزیرہ کوٹانو کا ہی پھر بکھیڑا سننے میں آیا ہے۔ مجھ کو اس جزیرہ نے اس قدر تکلیف دی ہے۔ شائد کسی بغاوت سے بھی نہ ہوتی۔ کیا اس فساد کا بانی پھر سراج الدین ہی تو نہیں"

عطاءاللہ " یہ امید نہیں پڑتی کہ سراج الدین وغیرہ ایک مولوی کو قتل کردیں"

انسپکٹر " خیر مولوی صاحب مردہ ہیں اور کسی نے انکو قتل ضرور کیا ہے۔ اسقدر تو تم کو خیال ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ سراج الدین اور اُسکا بھائی یہاں کے بدمعاشوں کا سرغنہ ہیں۔ لیکن ابھی تک کوئی مدعا معلوم نہیں ہوا۔ واقعی یہ سرقہ کرنیکا مدعا تھا"

عطاءاللہ " سرقہ نہیں تو اور کیا؟ ہم دونوں خزانہ کا صندوق لے جارہے تھے"

انسپکٹر " سچ کہو! مولوی صاحب!

عطاءاللہ " مولوی صاحب اور میں"

انسپکٹر " ٹھیرو تو مجھ کو تمہاری صورت آشنا ہی معلوم ہوتی ہے۔ کیا تم جوہری نہیں ہو"

عطاءاللہ " ہاں میں جوہری ہی ہوں۔ لیکن دراصل عطاءاللہ ہوں جو مرزا احسن بیگ کا کارمختار تھا"

انسپکٹر " میں تم کو جانتا ہوں۔ کوٹانو میں احسن بیگ کے مرنے کے بعد جب اُس کے وارث آئے تھے۔ تو خزانہ کے کسی صندوق کی نسبت شور سنا گیا تھا۔ کیوں؟ اور تم کو اس کے چورانے کا الزام دیا گیا تھا۔ میرے نائب نے جو سراج الدین کو وہاں سے نکالنے کے لیے گیا تھا۔ مجھ سے ذکر کیا تھا"

عطاءاللہ " مجھ کو صرف ایک شخص نے الزام دیا تھا۔ لیکن صندوق میری عدم موجودگی میں چورایا گیا تھا۔ جبکہ میں مرحوم کے وارثوں کی تلاش میں اجمیر گیا ہوا تھا۔ مجھ کو بھی سراج الدین یا اُس کے بھائی پر شک تھا۔ لیکن سراغ کا ملنا ناممکن تھا۔ اس خیال سے کہ چور ضرور جواہرات فروخت کریگا۔

میں نے جوہریوں کا بھیس اختیار کیا اور مدینہ میں ایک دوکان کھولی ۔“

انسپکٹر ۔” اچھا تو اس وسیلہ سے تم نے صندوق حاصل کیا اور اسکو اس کے حقدار مالکوں کے پاس لیجا رہے تھے جبکہ قزاقوں نے تم پر حملہ کر کے اس صندوق کو پھر لوٹ لیا ۔“

عطاءاللہ ۔” ہاں اصل واقعہ یہی ہے “

انسپکٹر ۔” لیکن کیا وجہ ہے کہ مجھکو اصلی چور کی کوئی خبر یا اطلاع نہیں دیگئی تم نے کوئی اطلاع دی تھی “

عطاءاللہ ۔” نہیں میرا ارادہ صرف خزانہ کے حاصل کرنے کا تھا ۔ چور میری دوکان میں آیا اور مولوی صاحب نے اسکو الزام دیا ۔ اُس نے گو بھیس بدلا ہوا تھا ۔ لیکن ہم اسکو اچھی طرح سے جانتے تھے اُس نے مولوی صاحب کے روبرو اقبال کیا ۔ لیکن وعدہ معافی کی التجا کی ۔ مولویصاحب چونکہ میرے ارادہ سے واقف تھے اس واسطے انہوں نے منظور کر لیا ۔ اس پر اس شخص نے خزانہ ہمکو دیدیا “

انسپکٹر ۔” حماقت سراسر حماقت تھی ۔ بیوقوف ایسے کام کیا کرتے ہیں اور اب اُس نے پھر چھین لیا ہے ۔ اور تمہاری اس بیہودہ رازداری کی وجہ سے ہم کچھہ نہیں کر سکتے ۔ لیکن مولوی صاحب مر گئے ہیں وہ کچھ بتا نہیں سکتے ۔ تمکو اس چور کا نام بتانا ہوگا “

عطاءاللہ ۔” میں نہیں بتا سکتا جب راز کے سربستہ رکھنے کا میں نے وعدہ کیا ہے ۔ اُسے کبھی ظاہر نہیں کرونگا اگر اس شخص نے عہد شکنی کی ہے اور خزانہ پھر لیگیا ہے ۔ تو میں معلوم کرونگا اور پھر میں اُسے پولیس کے حوالے کردونگا “

انسپکٹر ۔” لیکن ہم کیا کریں ۔ کیا اس معاملہ کو بالا بالا ہی جانے دیں ۔ تم شائد بھول گئے ہو کہ مولویصاحب مار ڈالے گئے ہیں ۔ میرے دوست یہ کوئی معمولی جرم نہیں ہے ۔ اگر تم اُس شخص کا نام بتانے سے انکار کرو گے تو یاد رکھو قانون تم کو ماخوذ کر لیگا کیونکہ تم چوروں کے بچانیکی کوشش کرتے ہو پس بہتر ہے کہ اسکا نام بتا دو “

عطاءاللہ (کچھ دیر سوچکر) ایک شرط پر نام بتاتا ہوں ۔ کہ جب تک ہمکو یہ ثابت نہ ہو جاوے کہ اس واقعہ کا بانی وہی شخص ہے ۔ تم کسی دوسرے پر اسکا نام ظاہر نہ کرنا ۔ اگر یہ ثابت

ہو جائے کہ وہ مجرم نہیں۔ تو پہلے جرم کے واسطے اس کو گرفتار نہ کیا جاوے"۔

انسپکٹر:- "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جب تک کوئی مستغیث نہ ہو میں کسیکو گرفتار نہیں کیا کرتا۔ اگر تم یا مرحوم کے وارث اسبات کی خواہش نہ کریں کہ اس شخص کو گرفتار کیا جاوے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن قتل کے معاملہ میں اور بات ہے۔ میرا فرض ہے۔ کہ عوام الناس کے امن میں خلل پیدا نہ ہونے دوں۔ مجھکو تمہاری شرط منظور ہے"۔

عطاء اللہ:- "تو پھر مجھے بھی کوئی عذر نہیں۔ اس شخص کا نام جسنے صندوق چرایا تھا۔ احمد آفندی ہے"۔

انسپکٹر:- "ارے۔ احمد آفندی وکیل تو نہیں۔ جسے ملاذو سے مسینا آئے چند روز ہوئے ہیں"۔

عطاء اللہ:- "وہی۔ جسوقت کہ مرحوم احسن بیگ بیہوشی کے عالم میں بڑبڑا رہا تھا۔ تو اس نے اس جگہ کو معلوم کر لیا۔ جہانکہ صندوق دفن کیا گیا تھا"۔

انسپکٹر:- "یہ عجیب قصہ ہے۔ اچھا اب گھوڑے کا سراغ نکالنا چاہیئے یہ بھی ممکن ہے کہ گھوڑا صندوق کو گاڑی میں ہی لئے بھاگ گیا ہو اگر ایسا ہوا تو قاتل کا پکڑنا مشکل ہو جائیگا لیکن اگر صندوق اُسکے پاس ہوا۔ تو پھر ہم اُسے ضرور گرفتار کر لینگے تم میرے ساتھ چل سکتے ہو"۔

عطاء اللہ:- "کہاں"۔

انسپکٹر:- "اس سڑک پر۔ گھوڑا بھی قریب ہی ہوگا۔ جو شخص کسیکو قتل کرتا ہے۔ وہ ایسا احمق نہیں ہوتا کہ گھوڑا بھی لے جاوے۔ گھوڑا کہاں کا تھا"۔

عطاء اللہ:- "ملاذو کا"۔

انسپکٹر:- "ہر ایک چیز ملاذو کی ہی نکلتی ہے۔ درویش ملاذو میں ہی مولوی صاحب کی لاش لے جاوینگے اور ہم بھی وہاں ہی چلتے ہیں۔ میرے خیال میں گھوڑے کا سراغ اسجگہ ملجائیگا"۔

عطاء اللہ جانتا تھا۔ کہ گو انسپکٹر صاحب اُسکے ساتھ رعائت سے پیش آرہے ہیں۔ لیکن دراصل وہ زیر حراست تھا"۔

عطاء اللہ:- "مجھے چلنے میں کوئی عذر نہیں

لیکن میں چائے کا پیالہ پینا چاہتا ہوں۔ کیونکہ میں نے شام سے کچھ نہیں کھایا ہے"

انسپکٹر:- اچھا اس کا انتظام ہوسکتا ہے۔ میں بھی کچھ کھانا چاہتا ہوں

چائے وغیرہ پی کر دونوں روانہ ہو پڑے۔ تین میل کا فاصلہ طے کیا تھا کہ عطاءاللہ بول اُٹھا۔

عطاءاللہ:- یہ دیکھو گاڑی کا پہیہ پڑا ہے۔ گو میں نے دن کے وقت تو گاڑی نہیں دیکھی تھی۔ لیکن مجھ کو یقین ہے کہ یہ پہیہ مولوی صاحب کی گاڑی کا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گھوڑا اسطرف سے گذرا ہے"

انسپکٹر:- میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ آنکھیں بند کئے نہیں بیٹھا ہوں۔ چونکہ گھوڑا بے تحاشا بھاگا جا رہا تھا۔ لہذا گاڑی کسی درخت سے ٹکرا گئی اور پہیہ ٹوٹ گیا۔ لیکن صندوق سڑک پر نہیں گرا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ خزانہ چوروں کے ہاتھ آگیا"

عطاءاللہ:- اب کیا ارادہ ہے"

انسپکٹر:- ہم کوٹا نوچلکر دونوں وارثوں سے ملینگے"

عطاءاللہ:- لیکن یہ تو بتاؤ۔ اُنکو اس سے کیا تعلق ہے۔ تم چور کو کافی وقت دے رہے ہو۔ تا کہ وہ بھاگ جانے کا کافی موقع حاصل کرلے"

انسپکٹر:- وہ بھاگ نہیں سکتا وہ بستی میں ہی ہے۔ اور ہم اُسے پکڑ لینگے۔ یہ لازمی امر ہے۔ کہ خزانہ کے مالکوں کو اطلاع دی جاوے"

چنانچہ دونوں کوٹانو کے ساحل پہ جا اُترے۔

انسپکٹر:- وہ دونوں بھائی کہاں رہتے ہیں"

عطاءاللہ:- یہی زمین اُن کی ہے اور وہ عالیشان سفید سا مکان اُنکا ہے۔ ایک تو وہاں رہتا ہے۔ اور زخمی ہونے کی وجہ سے راجہ صاحب کے مکان میں ابھی تک ہے"

جب دونوں ساحل پر اُترے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک ناخدا مرزا احسن کی کشتی کا پیندل صاف کر رہا ہے:-

عطاءاللہ:- تم ناصر دین تو نہیں ہو"

ناخدا:- ہاں ہوں تو ناصر ہی۔ لیکن میں تم کو نہیں جانتا"

عطاءاللہ:- تھوڑی دیر کے بعد

تمکو معلوم ہو جائیگا میں کون ہوں
فی الحال تم کشتی صاف کرو جاؤ ۔"

ناصر الدین ۔"بڑی تکلیف دہ کام ہے ۔ میرا آقا ۔۔"

عطاء اللہ ۔"لیکن وہ تو بیمار ہے"

ناصر الدین ۔"بیمار کون کہتا ہے وہ صرف لڑائی سے بچنے کے لئے بیمار بنا تھا ۔ ورنہ بیمار نہیں ہے"

عطاء اللہ ۔"بزدل ۔ غائت درجہ کا بزدل کیا کہتا ہے"

انسپکٹر ۔"گو یہ درست ہو لیکن میں نے اس ناخدا سے کچھ کام لینا ہے ۔ تم اسکو ڈراؤ نہیں"

عطاء اللہ ۔"اس سے کیا کام لے سکتے ۔ تم اس پر شبہ تو نہیں"

انسپکٹر ۔"نہیں لیکن ممکن ہے ۔ کہ اس سے کوئی کام نکل سکے لیکن یہ تو مرزا احسن نہیں جو وہ بیٹھا حقہ پی رہا ہے"

عطاء اللہ ۔"یہی ہے"

مرزا احسن ان دونوں کو آتے دیکھ کر اُٹھا کہ مکان میں چلا جاوے لیکن جب اُسکو معلوم ہؤا کہ ایک انسپکٹر پولیس ہے اور دوسرا جوہری ہے ۔ تو اُسی جگہ ٹھہر گیا ۔

مرزا احسن ۔"کیا سبب ہے کہ تم اس قدر جلدی ہی آگئے ہو ۔ مجھے امید ہے کہ تم کامیاب ہوگئے ہو ۔ میرے خیال میں چور پولیس کی حراست میں ہوگا"

انسپکٹر ۔"بدقسمتی سے ہم بُری خبر سنانے آئے ہیں ۔ مہربانی کرکے آپ ہمارے ساتھ راجہ صاحب کے مکان پر آئیں"

مرزا احسن ۔"کیوں کیا ہوا کیا تم کو صندوق نہیں ملا"

انسپکٹر ۔"ہاں ملا تو لیکن پھر چھن گیا لیکن تم ہمارے ساتھ آؤ ۔ میں ایک بات کو بارہ دفعہ بیان کرنا نہیں چاہتا ہم راجہ صاحب کے مکان پر پہنچکر کل واقعہ سنائینگے"

مرزا احسن کا چہرہ زرد ہوگیا لیکن وہ اپنی طبیعت کو سنبھالکر اُنکے ساتھ ہولیا راجہ صاحب اپنے مکان کے دروازہ کے باہر ہی کھڑے تھے"

راجہ صاحب ۔"کیوں کیا ہؤا کوئی ثبوت دکھائی دیا ہے"

انسپکٹر ۔"احسن بیگ کہاں ہے"

راجہ صاحب ۔"یہیں ہے ۔ میں اسکو بلائے لاتا ہوں"

احسن ۔"جوہری صاحب مزاج تو اچھے ہیں کیا معاملہ ہے چور پکڑا گیا"

انسپکٹر : "جوہری صاحب کی جگہ مجھے آپ سے بات کی اجازت دی جاوے غالباً آپ جانتے ہیں کہ میں افسر پولیس ہوں۔ جوہری صاحب نے اپنے فرض کو حتی الامکان بخوبی انجام دیا تھا۔ لیکن اب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے۔ جس میں مجبوراً پولیس کو دخل دینا پڑا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جوہری صاحب اور مولوی صاحب نے چور کو پکڑ لیا۔ اور اس سے خزانہ کا صندوق لے لیا۔ لیکن بدقسمتی سے اُن کو اس قدر شوق ہوا کہ وہ خزانہ لیکر جسقدر جلد ہو سکے تمہارے پاس پہنچیں۔ اور رات کے وقت ہی مسینا سے روانہ ہو پڑے۔ راستہ میں ڈاکوؤں نے آن لیا۔ اُن کے تو سر میں گولی لگی جیسا کہ تم دیکھ سکتے ہو۔ مولوی صاحب اسی جگہ مار ڈالے گئے۔ اور صندوق وخزانہ بھی چھین لے گئے"۔

احسن بیگ : "یا خدا! مولوی صاحب مار ڈالے گئے"

یہ سنتے ہی مرزا احسن کا رنگ پھر فق ہو گیا۔ اور وہ کانپنے لگ گیا اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن پھر حتی الامکان اپنی طبیعت کو سنبھالا۔

راجہ صاحب : "یہ سخت خوفناک بات ہے۔ مولوی صاحب مارڈالے گئے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا"۔

انسپکٹر : "سنئے صاحب میں تمکو ایک اور حیران کرنے والی بات سناتا ہوں۔ میں صرف یہاں تک اس واسطے نہیں آیا ہوں۔ کہ یہ قصہ ہی تم کو سناؤں۔ کیونکہ یہ قصہ تو تم کو جوہری صاحب بھی سنا سکتے تھے۔ چند وجوہات کے باعث میں جوہری صاحب کو چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ شائد وہ یہ سُنکر حیران ہونگے کہ میں نے ان کو زیر حراست کر لیا ہوا ہے"۔

عطاءاللہ : "نہیں۔ میں پیشتر سے ہی سمجھ گیا تھا"۔

احسن بیگ : "جوہری صاحب کو زیر حراست۔ خدا اُن جواہرات کو غارت کرے ایسے خزانہ پر لعنت ہو کاش میرا جوہم جیا اس صندوق کو کہیں سمندر میں غرق کر دیتا۔ اُسکے باعث ہر ایک شخص گرفتار بلا ہو رہا ہے۔ لیکن خدا کیلئے یہ تو بتاؤ کہ انکو

کیوں زیرِ حراست رکھا ہے۔ کیا اُن پر یہ شک کیا گیا ہے کہ اُس نے اپنے کو خود ہی بندوق سے زخمی کیا ہے؟"

انسپکٹر:۔ "نہیں۔ لیکن آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے ابھی اس معاملہ میں دخل دینا شروع کیا ہے اس سے پیشتر اس معاملہ کی نسبت پولیس کو کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔ اول مرزا احسن بیگ گولی سے مار ڈالا گیا تھا۔ اُس کی کوئی اطلاع پولیس میں نہیں کی گئی۔ اور نہ ہی قاتل کو گرفتار کرانے میں کچھ کوشش کی گئی۔ پھر خزانہ کا صندوق چوری ہو گیا۔ اس کی بھی کوئی اطلاع پولیس کو نہیں دی گئی۔"

احسن بیگ:۔ "تم کیا کر رہے ہو۔ عطاء اللہ کو جال میں پھنسا رہے ہو۔ واہیات بات ہے۔ اُس نے میرے چچا کو قتل نہیں کیا تھا۔ اُس نے خزانہ نہیں چرایا تھا۔ جوہری صاحب آپ کو بتا سکتے ہیں۔ کیونکہ گذشتہ شب انہوں نے چور کو پکڑ کر اُس سے صندوق لے لیا۔ اور عطاء اللہ چور نہیں تھا۔"

انسپکٹر:۔ "یہ بخوبی معلوم ہے کہ گذشتہ شب کے واقعہ میں عطاء اللہ نے کیا کچھ کیا۔ تاہم میں آپ کے سامنے عطاء اللہ کو پیش کرتا ہوں جو جوہری کا بھیس بدلے ہوئے ہیں۔"

احسن بیگ:۔ "کیا؟"

راجہ صاحب:۔ "عطاء اللہ نے جوہری کا بھیس کیا ہوا ہے؟"

عطاء اللہ:۔ "مہاراج میں ہی عطاء اللہ ہوں۔ چونکہ مجھ کو یہاں الزام دیا گیا تھا۔ میں نے بمبئی میں جاکر جوہری کا بھیس بدلا۔ اور چور کے گرفتار کرنے کے واسطے سینما میں کاروبار شروع کیا۔ مولوی صاحب میری تجویز سے واقف تھے۔ چنانچہ انہوں نے میری امداد کی۔ گذشتہ شب اصلی چور ہمارے پاس آیا۔ اور ہم نے اس سے خزانہ کا صندوق لے لیا۔ جب ہم خزانہ تمہارے حوالے کرنے کے واسطے آرہے تھے تو قزاقوں نے ہم پر حملہ کر کے خزانہ چھین لیا۔ اور مولوی صاحب کو مار ڈالا۔"

راجہ صاحب:۔ "اصلی چور کون تھا؟"

عطاء اللہ:۔ "مجھ کو اب اسکا نام بتانے کی اجازت نہیں۔ کیونکہ مولوی صاحب

کے روبرو جب اُس نے اقبال جرم کیا تو مولویصاحب نے اسکو وعدہ معافی دیدیا۔ لیکن انسپکٹر صاحب کو معلوم ہے۔ اور اگر ضروری ہو تو یہ اسے گرفتار کرلینگے "

احسن بیگ :- عطاء اللہ تم مجھ سے ہاتھ ملاؤ۔ تم پر سے ہزار ہا صندوق خزانہ کے قربان ہیں۔ کیونکہ ہزارہا خزانہ کے صندوق سے تم بدرجہا اچھے ہو۔ مجھکو اس بات کا افسوس ہے کہ ہم نے اس صندوق کے حاصل کرنے کی کوشش ہی کیوں کی۔ میری تمام دولت چلی جائے لیکن کسی طرح سے مولوی صاحب زندہ ہوجائیں "

مرزا احسن :- تمہارا اب کیا ارادہ ہے۔ کیا صندوق کی پھر تلاش کروگے "

انسپکٹر :- صاحب صندوق کی نسبت ابھی میرا کوئی ارادہ فیصل نہیں ہوا۔ میں پہلے یہ کوشش کرونگا۔ کہ مولویصاحب کے قاتل کو گرفتار کرکے سزا دلواؤں "

مرزا احسن :- بیشک یہ لازمی ہے۔ تم کو ضرور اس میں کوشش کرنی چاہیئے "

احسن بیگ :- عطاء اللہ یہ سچ ہے

اب ہرگز اس صندوق کیواسطے کوشش نہ کرنا چاہیئے ہو "

انسپکٹر :- ایک بات کا اگر سراغ ملا تو دوسری کا خودبخود پتہ ملجائیگا اگر قاتل گرفتار ہوگیا۔ تو صندوق خواہ مخواہ ملجائیگا۔ لیکن آپ سب بیٹھکر اپنی اپنی رائے ظاہر کریں۔ شاید مجھکو کچھ مدد ملجائے "

اٹھارہواں باب

انسپکٹر :- کچھ شک نہیں ہم یہاں وقت بیہودہ ضائع کررہے ہیں۔ عطاء اللہ تم نے سچ کہا تھا۔ لیکن مجھکو چونکہ تفتیش کرنی ضروری تھی اس واسطے یہاں آیا تھا۔ خیر تم میرے ساتھ چلو اور وہ جگہ دکھاؤ جہاں تم پر حملہ کیا گیا تھا۔ غالباً عطاء اللہ تمہارا قیاس درست تھا۔ لیکن ان دونوں مالکوں کو بھی اس واقعہ کی اطلاع دینی ضروری تھی "

احسن بیگ :- جو کچھ میں نے کہنا تھا۔ وہ آپنے سن لیا ہے مولویصاحب کے قاتل کو تلاش کرکے گرفتار کرو۔ اور صندوق کو دفع کرو۔ اسکی تلاش کی

کوئی ضرورت نہیں ۔ مجھے ایسا منحوس
خزانہ نہیں چاہیئے ۔"
مسٹر احسن ۔ "میں اس خیال سے ہرگز
متفق نہیں ہوں ۔ میرے خیال میں
خزانہ کا تلاش کرنا ضروری ہے ۔ کیونکہ وہ
ہماری چیز ہے یہ عجیب بات ہے کہ
جب کبھی یہ خزانہ گم ہوتا ہے اسکے
ساتھ عطاء اللہ کا ضرور تعلق ہوتا ہے ۔"
احسن بیگ ۔ "احسن کیا بیہودہ
خیال ہے کیا ابھی تک تم اپنی حماقت
پر تلے ہوئے ہو ۔ اگر عطاء اللہ نے
پہلی بار ہی صندوق چورایا تھا ۔ تو پھر
اُس نے مولوی صاحب کو کیوں
قتل کرانا تھا ۔"
انسپکٹر ۔ "صاحبو ۔ معاف رکھنا میں
سب کچھ سمجھتا ہوں ۔ اصلی چور سے
ہم بخوبی واقف ہیں ۔ عطاء اللہ بالکل
بیگناہ ہے ۔ تم کو اسکا شکریہ ادا کرنا
چاہیئے کیونکہ اُسنے اپنی جان بیچکر صندوق
کا سراغ نکالا اب جو کچھ مجھ سے ہوسکیگا
میں کرونگا ۔ کیونکہ اب معاملہ میرے
ہاتھ میں ہے اسی اثناء میں راجہ صاحب
کا بھائی سعد اللہ خاں بھی آگیا ۔"
سعد اللہ خاں ۔ "کیا معاملہ ہے ؟ کیا
سراج الدین نے پھر کوئی گل کھلایا ہے ۔"

راجہ صاحب ۔ "نہیں ۔ اب بات
یہ ہے کہ خزانہ پھر چوری ہوگیا ۔
اور مولوی صاحب مارڈالے گئے ہیں ۔"
سعد اللہ ۔ "اس دفعہ کس نے چورایا ۔"
راجہ صاحب ۔ "یہ انسپکٹر صاحب
معلوم کرینگے ۔"
سعد اللہ ۔ "تم کہتے ہو کہ مولوی صاحب
قتل کردئے گئے کیا اُن کے پاس
صندوق تھا ۔"
انسپکٹر ۔ "مولوی صاحب اور عطاء اللہ
نے ملکر چور کو گرفتار کر جواہرات
کا صندوق اُس سے لیلیا اور اسکو
لے کر ادھر آرہے تھے کہ راستہ میں
قزاقوں نے پھر لوٹ لیا ۔"
سعد اللہ خاں ۔ "یا خدا ! اور مولوی صاحب
کو مارڈالا ۔ عطاء اللہ کا کیا حشر ہوا ۔"
انسپکٹر ۔ "وہ زخمی ہوکر بیہوش ہوگیا
لیکن وہ یہاں موجود ہے اور تمہارے
سوال کا جواب خود دے سکتا ہے ۔"
سعد اللہ نے حیرانگی سے اِدھر
اُدھر دیکھنا شروع کیا ۔ لیکن چونکہ
عطاء اللہ ابھی تک جوہری کے بھیس میں
بیٹھا ہوا تھا ۔ لہذا پہچان نہ سکا ۔
انسپکٹر ۔ "کیا دیکھ رہے ہو ۔ عطاء اللہ
تو یہ بیٹھا ہے ۔ اُس نے جوہری کا

کا بھیس بدلا ہوا ہے۔"

سعد اللہ: "ارے۔ یہ چوہدری صاحب خود بدولت ہی ہیں۔ واہ بھئی اچھا بھیس بدلا ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی اُن کو پہچان نہ سکا۔"

انسپکٹر: "اور تو کہیں میں بھی تو دھوکا کھا گیا۔ خیر میں زیادہ وقت یہاں ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ مبادا عطاء اللہ کا گمان درست ہی ہو جائے۔ اب چونکہ سب یہاں موجود ہیں۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ میرے سوالوں کا جواب دیں۔"

احسن بیگ: "آپ شوق سے پوچھیں۔"

انسپکٹر: "پہلے یہ تو بتاؤ کہ کل رات کو یہاں سے کون غیر حاضر تھا۔"

راجہ صاحب: "ہمارے یہاں کا کوئی بھی غیر حاضر نہ تھا۔ سب یہاں تھے۔"

مرزا احسن۔ جہانتک مجھکو علم ہے کوئی بھی غیر حاضر نہ تھا۔"

انسپکٹر: "مرزا صاحب۔ تمہاری کشتی کل ملاذو گئی تھی۔"

مرزا احسن: "ہاں اسکی وجہ یہ ہے کہ میں نے عطاء اللہ اور مولوی صاحب سے ملنے کا وعدہ کیا تھا کہ انکے ساتھ ملکر مسینا چلونگا اور چوہدری سے صندوق لونگا۔ لیکن بد قسمتی سے میں بیمار ہوگیا اور گھر سے نکل نہ سکا۔ میں نے اپنے ناخدا ناصر الدین کو خط دیکر روانہ کیا تھا کہ مولوی صاحب کو دے آئے۔ اس بات کی وہ خود شہادت دے سکتا ہے۔"

انسپکٹر: "یہ تو ہم مانتے ہیں کہ اُسنے خط دیا۔ لیکن وہ واپس کس وقت آیا۔"

مرزا احسن: "دوپہر کے بعد۔"

راجہ صاحب: "یہ سچ ہے۔ کیونکہ میں نے بھی کشتی کو آتے دیکھا تھا۔"

انسپکٹر: "اور تمکو یقین ہے کہ تمہاری ریاست کا کوئی شخص غیر حاضر نہ تھا۔"

مرزا احسن: "پورا پورا یقین ہے اگر تم کو کچھ شک ہو تو تم اُن سے پوچھ سکتے ہو۔"

انسپکٹر: "یہ ضروری نہیں۔ میں تمہارے کہنے کا اعتبار کئے لیتا ہوں۔"

راجہ صاحب: "دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے جزیرہ کے کسی شخص کو بھی اس معاملہ کی خبر نہیں اور اس معاملہ کی نسبت گفتگو بھی خفیہ طور پر کی گئی تھی۔ پھر یہاں کے کس شخص نے لوٹنے کا ارادہ کرنا تھا۔ میرے خیال میں مرزا احسن

نے بھی کسی شخص سے ذکر نہیں کیا ہوگا“

مرزا احسن ”واقعی میں نے کسی سے ذکر نہیں کیا“

انسپکٹر ”تو ان دونوں گھروں سے مجھے جو کچھ پوچھنا تھا۔ پوچھ چکا ہوں۔ اب سراج الدین باقی رہ گیا۔ لیکن اسکے ساتھ میں اور ہی طریقہ استعمال کرونگا اور رات سے پہلے میں اُسکے پیچھے ایک سراغرساں لگا دونگا۔ میں نے اب کوئی سوال نہیں پوچھنا ہے لیکن میں تھوڑی دیر کیلئے تنہائی میں کچھ سوچنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں حقہ پی کر تنہائی میں ٹہلونگا اور سوچونگا“

راجہ صاحب ”جہاں آپ کا دل چاہے ٹہلیں اور جو دل میں آوے کریں“

چنانچہ انسپکٹر نے دو تین دم حقہ کے لگائے اور پھر اُٹھکر باغیچہ میں نکل گیا۔ جب نظروں سے اوجھل ہو گیا تو راجہ صاحب بولے :۔

راجہ صاحب ”بڑا ہوشیار آدمی معلوم ہوتا ہے۔ خدا جانے اُسکے دماغ میں کیا خیال پیدا ہوا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ اسکو اس جزیرہ کے کسی شخص پر شبہ ضرور ہے“

احسن بیگ ”یہ خیال غلط ہے“

مرزا احسن ”اس مکان کے کسی شخص پر نہیں لیکن عطاء اللہ تم نے عجیب ہی بھیس بدلا۔ کوئی بھی تم کو پہچان نہ سکا“

سعد اللہ ”میں یہاں موجود نہ تھا۔ جب وہ آئے تھے۔ یہ تو بتاؤ کہ مولوی صاحب کس طرح مارے گئے“

عطاء اللہ نے پھر کل سرگذشت سُنائی“

عطاء اللہ ”میں اس بات سے زیادہ حیران ہوں کہ مولوی صاحب کے جسم پر کوئی زخم نہ تھا لیکن میں نے اچھی طرح سے سُنا کہ دو دفعہ بندوق چلائی گئی۔ ایک میری طرف اور دوسری اُس کی طرف“

مرزا احسن ”ہزاروں ڈاکو حلی میں موجود ہیں اُنہیں سے کسی نے یہ کام کیا ہے“

عطاء اللہ ”ڈاکو مجھ کو ضرور مار ڈالینگے لیکن مولویوں پر وہ کبھی ہاتھ نہیں اُٹھاتے اس اثناء میں انسپکٹر واپس آگیا“

انسپکٹر ”آؤ! عطاء اللہ چلیں میں نے ایک تجویز سوچ لی ہے۔ جس پر عمل کرنے کیلئے ہمارا ملازمین واپس جانا ضروری ہے۔ صاحبو۔ میں آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں“

راجہ صاحب "ہم نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس کے صلہ میں شکریہ کے مستحق ہوں۔ چونکہ ہم سب نے غلطی کر کے ابتدا میں عطاء اللہ پہ شک کیا تھا۔ لہذا ہم سب معافی کے خواستگار ہیں"

عطاء اللہ "صاحبو معافی کی چنداں ضرورت نہیں"

احسن بیگ "سنو صاحبو میں جو کہنے لگا ہوں بعید نہیں کہ میرا بھائی میری مخالفت کرے۔ عطاء اللہ پہ بیہودہ شک کیا گیا تھا جس کے باعث اس کو یہاں سے نکالدیا گیا۔ اُس نے اپنا زر خرچ کر کے جان بیچ کر چور کا سراغ نکالا جس نے ہمارا خزانہ چرایا تھا۔ اور اس نے انسپکٹر صاحب کو اپنی بیگناہی کا کافی ثبوت دیدیا ہے اب کوئی شک نہیں کر سکتا ہے۔ کہ وہ چور تھا یا ہے۔ لہذا میں عجز و انکسار سے درخواست کرتا ہوں کہ عطاء اللہ اپنی جگہ پر واپس آوے۔ ہم کو ایک وفادار انسان کی سخت ضرورت ہے۔ جو یہاں کے حالات سے بخوبی واقف ہو اگر ہم تنہا ہی اپنا کام چلاینگے۔ تو مجھ کو امید ہے۔ کہ بجائے کامیابی کے نقصان اٹھاوینگے اگر عطاء اللہ دوبارہ آجاوے تو میں جانونگا کہ اُس نے ہمارا قصور معاف کر دیا۔ کیوں احسن تمہاری کیا رائے ہے"

مرزا احسن "بھائی میں تمہاری رائے سے اتفاق کرتا ہوں اگر عطاء اللہ واپس آنا منظور کرے تو میں اُسکی حتی الامکان خدمت کرونگا۔ اور جو میں نے اسکو رنج دیا ہے۔ اُسکا نیک صلہ دینے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھونگا۔ عطاء اللہ میں مانتا ہوں کہ میں نے حماقت سے تجھ کو صدمہ پہنچایا اور میں تم سے معافی مانگتا ہوں"

یہ کہہ کر اس نے عطاء اللہ کی طرف اپنا ہاتھ ملانے کیلئے بڑھایا۔

عطاء اللہ "صاحبو میری عین دلی تمنا تھی۔ کہ اپنے آقا کے بھتیجوں کی اپنے اس بڑھاپے میں خدمت کروں لیکن خیال یہ ہے۔ کہ شائد یہاں میرا آنا کسیکو ناگوار گذرے"

راجہ صاحب "بندہ خدا کیسی باتیں کرتے ہو ہم سبکو تمہاری یہاں ضرورت ہے پس مہربانی کر کے آجاؤ اور ہمکو یقین دلا دو کہ تم ہم سے ناراض نہیں ہو"

عطاء اللہ نے نگاہ اٹھا کر انسپکٹر کی طرف دیکھا جس نے اُس کو اُن کی

درخواست کے مان لینے کا اشارہ کیا"۔
عطاءاللہ: "اچھا صاحب جو مجھ کو منظور ہے۔ لیکن میں پہلے ملا صاحب کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو لوں۔ اور ابھی تو میں نے انسپکٹر صاحب کے ساتھ جانا ہے۔ جہاں کہ ہم پر حملہ کیا گیا تھا"۔

احسن بیگ: "ہاں تم درست کہتے ہو عطاءاللہ جب تم کو ان کاموں سے فرصت ہو جائے تو ضرور آجانا۔ لیکن ضرور آجانا۔ بیشک جاؤ قاتل کی تلاش کرو۔ لیکن خبردار اس خزانہ کا فکر نہ کرو نہ ہی اُس کے واسطے جان کھپانے کی ضرورت ہے"۔

چنانچہ عطاءاللہ اور انسپکٹر دونو اُٹھ کر روانہ ہو گئے۔ راجہ صاحب اور اُس کا بھائی ہمراہ جا کر کشتی پر سوار کر کے واپس ہو گئے"۔

انسپکٹر: "عطاءاللہ خدا جانتا ہے۔ کہ معاملہ کسقدر پیچیدہ ہوتا جاتا ہے"۔

عطاءاللہ: "کس طرح کوئی سراغ تم نے نکالا ہے تو مجھ کو بھی بتا دو"۔

انسپکٹر: "میں ابھی پختہ طور پر نہیں کہہ سکتا کہ میں نے کوئی سراغ نکال ہی لیا ہے اور چونکہ ہماری عادت ہے۔ کہ ہم خفیف سے خفیف بات کا بھی خیال کرتے ہیں

تمکو یاد ہوگا کہ جزیرہ میں پہنچتے ہی تم نے ناصرالدین کو بلایا تھا۔ میں نے جو نگاہ اٹھا کر اُسکی طرف دیکھا تو مجھے کچھ شبہ سا پیدا ہو گیا کیونکہ مجھ کو اسکی صورت کچھ آشنا سی معلوم دی یہ شخص ایک امیر آدمی کے پاس نوکر تھا۔ جسکے کسی راز کے ساتھ اسکو خاص تعلق تھا۔ جو سلطنت کے برخلاف سازش کر رہا تھا۔ اس کا نتیجہ صرف یہ ہوا کہ اسکو موقوف کر دیا گیا۔

پھر اس شخص نے مینا اور نیپلز کے درمیان ایک سٹیم بوٹ پر نوکری کر لی گو تمہارے خیال میں اس شخص کا تعلق یا لگاؤ اس معاملہ سے کچھ نہ ہو لیکن میں اس سے چند باتیں کرنا چاہتا تھا۔ پیشتر اس کے کہ مرزا احسن کو اس سے باتیں کرنے کا موقع ملے۔ یہی سبب تھا کہ میں اسوقت تنہائی میں کچھ سوچنے کا بہانہ کر کے چلا آیا تھا۔ جب میں ساحل پر پہنچا تو وہ گہری نیند میں سو رہا تھا۔ اب عطاءاللہ دیکھ یہ حبشیوں کی عادت ہے۔ کہ وہ کام کرتے کرتے بھی سو جاتے ہیں لیکن ترک لوگ اُن کے وقت سونے کے عادی نہیں ہیں دوسرے ابھی صبح کا وقت ہی تھا۔ اور جو شخص کہ رات بھر بھی سویا رہا ہو وہ صبح کے وقت ہرگز نہیں سوتا۔ چنانچہ میں نے

اسنے ملاح سے پوچھا اُسنے کہا کہ اُسنے اس ناخدا سے باتیں کرنیکی بہت کچھ کوشش کی لیکن ناصرالدین کو نیند کا خمار تھا اور وہ بار بار انگڑائیاں لیتا تھا اور اُس نے دوستی کے بڑھانیکی کوشش نہ کی۔ اس کی باتوں کا جواب ہاں یا نہ میں دیتا رہا۔ پھر میں نے ناصرالدین کو جگا کر پوچھا کہ اسکا مالک واپس آگیا ہے۔ اُسکو چونکہ معلوم نہ تھا۔ کہ میں کون ہوں اور میرے پوچھنے کا اصل مدعا کیا ہے اس نے ہنسکر ہنسکر جواب دئے۔ پھر میں اُس سے اور چند سوال پوچھے۔ اُس کا بیان مرزا احسن کے بیان سے ملتا ہے وہ کہتا تھا کہ وہ خدا لیکر ملاذ و گیا اور لونڈے کو خدا دے کر فوراً کو ملانو واپس آگیا۔"

عطاءاللہ۔" اس سے جو شبہ تم کو ناصرالدین پر ہوا تھا وہ زائل ہو گیا۔"

انسپکٹر۔" تم اتنی جلدی نتیجہ نکالنے کی کوشش نہ کرو۔ میں نے یہ کب کہا ہے کہ مجھ کو ناصرالدین پر اس جرم کا شبہ ہے اور اگر مجھ کو اُس پہ شک ہو بھی تو جو کچھ میں نے کہا ہے کہ اُسکا بیان اُسکے آقا مرزا احسن سے ملتا ہے۔ اس سے شبہ زائل نہیں ہو سکتا۔"

عطاءاللہ۔" وجہ۔"

انسپکٹر۔" تم وجہ تو دریافت نہ کرو۔ بات اصل یہ ہے کہ مجھ کو یہ شک ہے کہ یا تو دونوں کو کچھ علم نہیں۔ اگر ہے۔ تو دونوں کو ہے۔"

عطاءاللہ۔" یا خدا! تو کیا اب تم مرزا احسن کو الزام دینا چاہتے ہو۔"

انسپکٹر۔" میں نے یہ نہیں کہا تم اس بات سے ناراض نہ ہو اُس نے تمکو الزام لگانے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا تھا۔"

اس اثناء میں دونوں ملاذو کے ہسپتال میں پہنچ گئے۔"

انسپکٹر۔" ڈاکٹر صاحب کچھ معلوم ہوا؟"

ڈاکٹر صاحب کوئی ایسی بات معلوم نہیں ہوئی۔ جس سے آپ کو کسی قسم کی امداد مل سکے۔ مولوی صاحب کی موت کا باعث یہ ہوا ہے کہ انکی گردن ٹوٹ گئی ہے۔ ظاہرا کوئی زخم جسم پر نہیں۔ اُس کے سر پہ معمولی سا خراش ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سر کے بل گاڑی سے گرا تھا اور اس گرنے سے مر گیا۔"

انسپکٹر۔ عجیب بات ہے۔"

ڈاکٹر۔" اُس کی گردن کے پاس البتہ

ایک نشان ہے۔ جو غالباً اس حادثہ کا نتیجہ ہے۔ چونکہ اُسکا رنگ سیاہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی ضرب سے یہ رنگ ہوگیا ہے۔ لیکن ایسی ضرب سے موت واقع نہیں ہوسکتی۔"

انسپکٹر "آؤ بیٹھ کر اسکی نسبت بحث کریں۔ ہم جانتے ہیں کہ مولوی صاحب اور عطاء اللہ دونوں گاڑی میں سوار ہوکر ملاذو کی جانب جارہے تھے۔ وہ ––"

ڈاکٹر "معاف رکھنا لیکن تم کہتے ہو کہ عطاء اللہ۔ لیکن یہ صاحب تو جوہری ہیں۔"

انسپکٹر "یہ جوہری بھی ہے اور عطاء اللہ بھی۔ تم کو اس کی آواز پہچانی چاہیئے۔"

ڈاکٹر "یا خدا۔ یہ راز پیچیدہ ہوتا جاتا ہے۔"

عطاء اللہ "بلکہ راز افشا ہورہا ہے۔"

انسپکٹر "جیسا کہ میں نے کہا۔ کہ دونوں ملاذو کی جانب جارہے تھے جبکہ دو جگہوں کے درمیان کسی شخص نے ان پر حملہ کیا جس نے کہ سفید لباس پہنا ہؤا تھا یا تو بھیس بدلنے کے لئے یا گھوڑوں کے ڈرانے کیلئے عطاء اللہ کے سر میں گولی لگی۔ اور وہ بیہوش ہوکر گاڑی سے گر پڑا اور جب گھوڑا دوڑ کر بے تحاشا بھاگ نکلا تو مولوی صاحب بھی گر پڑے کوئی بھاری چیز جسے تم خزانہ کا صندوق ہی خیال کرو اُسکے اوپر گر پڑی اور اس کی گردن پر اس بھاری چیز سے ضرب لگی جس سے اسکی گردن ٹوٹ گئی۔"

ڈاکٹر "میرے خیال میں جو نتیجہ تم نے نکالا ہے وہ کسی قدر درست معلوم ہوتا ہے لیکن جو تمہارا مطلب اس نتیجہ سے ہے وہ میں نہیں سمجھا اس سے کیا غرض خواہ وہ صندوق کے گرنے سے مرگیا یا کسی اور طرح سے۔"

انسپکٹر "میرا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر صندوق کے گرنے سے مولوی صاحب مرے تو صندوق اس جگہ نہیں رہ سکتا جہاں کہ گرا تھا۔ اسکو کسی نے اٹھا لیا۔ بحث یہ ہے۔ کہ قاتل کے ہاتھ میں صندوق آگیا۔ گویا جسکے واسطے وہاں پر حملہ آور ہؤا تھا۔"

ڈاکٹر "اچھا۔"

انسپکٹر "اس میں کوئی کلام نہیں کہ

حملہ صرف صندوق کے حاصل کرنے
کیواسطے کیا گیا تھا۔ اور وہ لوگ
جانتے تھے کہ عطاء اللہ اور مولوی صاحب
اس راستہ سے خزانہ لیکر گذرینگے"
ڈاکٹر۔ "لیکن تمکو شبہ کس پر ہے"
انسپکٹر۔ "ابھی تو کسی پر نہیں۔ حتے
کہ میں یہ کہوں کہ میرے خیال میں تم
ذرا ہوشیار رہنا"
ڈاکٹر نے حیران ہوکر انسپکٹر کیطرف
دیکھنا شروع کیا۔
انسپکٹر۔ "آؤ عطاء اللہ میں تم کو
مچھلی کے شکار کھیلنے کی بہت عمدہ
جگہ دکھاتا ہوں۔ جہانکہ تم پر حملہ کیا
گیا تھا"
عطاء اللہ۔ "مچھلی کے شکار کی جگہ"
انسپکٹر۔ "ہاں کیونکہ میں ایک
سنسار پکڑنا چاہتا ہوں"
چنانچہ دونوں گھوڑوں پر سوار
ہوکر سینا کی جانب چل پڑے۔ جب
اس جگہ پر پہنچے۔ جہانکہ مولوی صاحب
کی لاش پڑی پائی گئی تھی۔ تو پولیس
کے دو سپاہی وہاں کھڑے دکھائی دئے
انسپکٹر۔ "کیوں تم نے کچھ دریافت کیا"
سپاہی۔ "کوئی ضروری بات تو
دریافت نہیں ہوئی۔ البتہ پاؤں کے
نشانات ادہر اُدہر معلوم ہوتے
ہیں۔ جو سمندر کے کنارہ پر جاکر ختم
ہوتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس
شخص نے یہ جرم کیا ہے۔ وہ کشتی
میں سوار ہوکر آیا تھا۔ کیونکہ پانی میں
کشتی کے لنگر انداز ہونے کا نشان
ابھی تک موجود ہے"
انسپکٹر۔ "کوئی کشتی بھی وہاں
دکھائی دی"
سپاہی۔ "نہیں لیکن محمد رضا
کی زبانی معلوم ہوا ہے۔ کہ ابوسعید
جاگیردار کی کشتی کل سے چوری ہوگئی
اور ابھی تک اس کا کوئی پتہ نہیں
ملا"
انسپکٹر۔ "بہت اچھا۔ تو اب تم
فوراً سینا کو چلے جاؤ۔ صفدر جنگ
کا پتہ نکالو۔ اور جب تک میں دوسرا
حکم نہ دوں۔ اُسکے پیچھے لگ کر
اسکی حرکات و سکنات کو تاڑتے رہو"
دونوں سپاہیوں کے چلے جانے
کے بعد انسپکٹر عطاء اللہ کو لے کر
سمندر کے کنارہ پر پہنچے اور وہاں
کھڑے ہوکر بولا:-
انسپکٹر۔ "میرے دوست سنو۔ تم کو
ایک نہایت ضروری اور مشکل کام

سرانجام دینا ہے جیسے گویا تم اپنا
فرض جانو۔ کیونکہ مجھ کو تم پر ہی
اعتبار ہے تم کو یاد ہوگا کہ کوٹانو میں
راجہ صاحب کے مکان پر احسن بیگ
کی التجا منظور کرنے کے لئے اشارہ
کیا تھا۔ جس سے میرا یہ مطلب تھا
کہ تم اُن کے پاس رہ کر ناصرالدین کے
حرکات و سکنات کو احتیاط سے دیکھتے
رہو۔ اور اُس کے آقا کی حرکات سے
بھی غافل نہ رہو"

عطاء اللہ ۔۔ مرزا احسن کو؟"

انسپکٹر ۔۔ ہاں اور ضرور جسطرح
میں تمکو کہتا ہوں اسطرح ضرور کرو"

عطاء اللہ ۔۔ بہت اچھا"

انسپکٹر ۔۔ تم اپنے کو چند روز کے
لئے مسینا پولیس کا ایک رکن خیال
کرو۔ اب تم کوٹانو واپس چلے
جاؤ۔ اور یاد رہے کہ ناصرالدین اور
مرزا احسن دونوں کی حرکات کو بخوبی
دیکھتے بھالتے رہنا"

عطاء اللہ ۔۔ بہت اچھا"

انسپکٹر ۔۔ اگر کوئی نئی یا ضروری
بات تم کو معلوم ہو۔ تو فوراً مجھ کو
لکھنا یا خبر دینا۔ میں نے تم کو خوب
طرح سے سمجھا دیا ہے"

جب دونوں وہاں سے روانہ
ہونے لگے تو انسپکٹر کے پاؤں کو
کسی چیز سے ٹھوکر لگی۔ اور اُس نے
جھک کر دیکھا"

انسپکٹر ۔۔ عطاء اللہ جن لوگوں کو
میں سکھاتا ہوں۔ وہ بھی بعض
اوقات غلطی کر جاتے ہیں۔ تم نے
کچھ دیکھا ہے"

عطاء اللہ ۔۔ نہیں"

انسپکٹر ۔۔ مسکرا کر جھکا۔ اور کوئی
چیز اُس نے ہاتھ میں اٹھا کر مٹھی بند
کر لی"

انسپکٹر ۔۔ جو شخص کشتی کی جانب
آیا کوئی بھاری چیز اٹھائے ہوا تھا
چونکہ بوجھ بھاری تھا۔ اس لئے
اُس نے پیٹ کے سہارے سے
اٹھایا ہوا تھا۔ تم نے بھی تو صندوق
اٹھایا تھا کس طرح اٹھایا تھا"

عطاء اللہ ۔۔ میں کندھے پر اٹھا کر
لے گیا تھا لیکن احمد آفندی نے اُسے
پیٹ کے ساتھ لگا کر اٹھایا تھا"

انسپکٹر ۔۔ ہاں۔ لیکن یہ احمد آفندی
نہیں تھا۔ کیونکہ وہ یہاں نہ تھا
وہ تم سے پہلے اسجگہ کسی طرح نہیں
پہنچ سکتا تھا تاوقتیکہ وہ کسی تیز رفتار

گھوڑے پر سوار نہ ہو۔ اس حال میں وہ راستہ میں تم سے ملتا لیکن دیکھو یہ زنجیر کا ٹکڑا ہے۔ صندوق کے اٹھانے سے زنجیر ٹوٹ گئی اور یہ ٹکڑا گر پڑا۔ اور چور نے حماقت کر کے اس کی پرواہ نہ کی۔"

عطاء اللہ نے زنجیر کا ٹکڑا لیکر دیکھنا شروع کیا۔

انسپکٹر "یہ تو بتاؤ کہ مرزا احسن سونے کی زنجیر پہنا کرتا ہے"

عطاء اللہ "ہاں"

انسپکٹر "لیکن آج تو اس نے کوئی پہنی ہوئی نہ تھی۔ یہ کبھی اتفاق سے مل گئی ہے۔ عطاء اللہ ان دونوں نوجوانوں میں سے ایک تمہارا دوست ہے اور غائیت درجہ کا شریف ہے۔ دوسرے کی شرافت ابھی ثابت نہیں ہوئی۔ تم میرے ساتھ مل کر کوشش کرو گے"

عطاء اللہ "ہاں۔ اگر مرزا احسن مولوی صاحب کا قاتل ہے۔ تو احسن بیگ کا خدا حافظ ہے"

انیسواں باب

مولوی صاحب کی تجہیز وتکفین سے فارغ ہو کر عطاء اللہ اپنی دوکان پر گیا اور اپنے کاریگر نادر سے کہنے لگا۔ کہ اگر اس کا دل چاہے تو وہ دوکان اپنے نام پر ہی کے لیے رکھے یا بند کر ڈالے۔ اس کے بعد اپنا اسباب لیکر کشتی میں سوار ہو کر کوٹالو کی جانب روانہ ہو گیا۔ جب وہ کوٹالو پہنچا تو اس کا بڑی گرمجوشی اور تپاک سے استقبال کیا گیا۔

باغ کے دروازہ پر اس کی مرزا احسن سے ملاقات ہوئی۔

مرزا احسن "تمہارے واپس آنے سے مجھ کو غائیت درجہ کی خوشی ہوئی۔ مجھے امید ہے کہ تم اس رنج کو بھول جاؤ گے جو مجھ سے نادانستگی میں تم کو پہنچا۔ میں نے تمہارے لئے قدیم کمرہ تیار کرا دیا ہے۔ اب تم جانو تمہارا کام مجھ کو اس کام سے بالکل واقفیت نہیں"

واقعی اس کے واسطے کمرہ

آراستہ کیا ہوا تھا۔ اسمیں ہر ایک چیز مہیا تھی۔ گویا یہ خاطر مدارات اسواسطے کی جارہی تھی کہ گزشتہ رنج کو بھول جاوے۔

بعض امورات ایسے تھے۔ جو عطاءاللہ کو بھولتے نہ تھے۔ وہ اپنے رنج کو بھول سکتا تھا۔ کیونکہ اُس کو مرزا احسن نے جواہرات کی چوری کا الزام لگایا تھا۔ لیکن یہ بات نہ بھولتی تھی۔ کہ احسن بیگ کو کسی نے گولی ماردی تھی۔ جبکہ وہ تالاب کاٹ کر سراج الدین کی جانب پشت کئے اُتر رہا تھا۔ لیکن اسوقت کمرہ میں صرف ایک شخص تھا۔ جسکا نام مرزا احسن تھا اور شک کیا بلکہ یقین ہوتا تھا۔ کہ اُس نے اپنے بھائی پر بندوق داغ دی تھی۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ مرزا احسن اس جاگیر پر تنہا قابض ہونے کے واسطے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ بلکہ اُس نے عطاءاللہ کو اس امر کی بھی بہت کوشش کی تھی۔ کہ تمام خزانہ اُسکے قبضہ میں آجاوے۔ مجھ کو یہ تمام باتیں یاد تھیں۔ جنکو اُس نے اپنے دل کے صندوق میں مقفل کیا ہوا تھا۔ اور مسکرا کر اُسکے ساتھ باتیں کررہا تھا۔"

اسکے بعد راجہ صاحب کے مکان پر احسن بیگ سے ملنے گیا وہاں سب لوگ اُس کے ساتھ بڑی گرمجوشی اور تپاک سے پیش آئے۔

احسن بیگ نے عطاءاللہ سے "چند روز تک میں بھی اپنے گھر میں آجاؤنگا۔ اور انگوروں کی بیلیں لگانا میں تم سے سیکھونگا۔ تم مجھ کو سکھانا۔ کیوں۔ ہم اکثر اکٹھے رہا کرینگے۔ لیکن تمہاری صحبت میں مجھ کو اسقدر آرام نہیں ملیگا۔ جیسا کہ پیاری شمسہ کی صحبت میں ملا ہے"۔

ان آخری الفاظ سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ دونوں میں غائت درجہ کی محبت ہوگئی ہے۔ چند روز کے بعد عطاءاللہ کو معلوم ہوگیا۔ کہ احسن بیگ کی نسبت شمسہ کے ساتھ راجہ صاحب نے منظور کرلی ہے۔ حالانکہ مرزا احسن نے اپنے واسطے راجہ صاحب کو پیغام دیا تھا۔ جسے شمسہ نے منظور نہ کیا تھا۔

ایک روز عطاءاللہ انگور توڑ

بیلوں کے سائے میں بیٹھا ہوا حقہ
پی رہا تھا۔ کہ مرزا احسن بھی اُسکے
پاس آ بیٹھا اور بولا:۔

مرزا احسن :۔ عطاء اللہ تم کو
معلوم ہوگا کیونکہ تم تو آخر تک اُسکے
ساتھ رہے تھے۔ اس چوری کا کوئی
سراغ اسکو ملا بھی کہ نہیں؟

عطاء اللہ :۔ نہیں مرزا صاحب
میں آخر تک اُس کے ساتھ رہا۔ اور
اُس نے آخر کار یہ تجویز کی کہ سراغرسان
صفدر اور سراج الدین کے پیچھے
لگا دئیے ہیں۔ اور اگر اُسکو سراغ
ملا تو وہ بھی ضرور خبر دے گا۔

مرزا احسن :۔ ٹھیک۔ تو اسکو
ان دونوں بھائیوں پر شبہ ہے؟

عطاء اللہ :۔ شبہ تو کہیں رہا بلکہ
اُسکو یقین ہے کہ ان دونوں میں
کوئی نہ کوئی ضرور مجرم ہے کیونکہ یہاں
قزاق مولویوں پر دست دراز ہی
نہیں کرتے۔ بلکہ غائیت درجہ کی تعظیم
و تکریم کرتے ہیں۔ لیکن ان دونوں
بھائیوں کی نگاہوں میں کسی کی بھی
وقعت نہیں۔

مرزا احسن :۔ میری اپنی
کبھی راستے میں

دونوں ورنہ ان میں ایک ضرور
مجرم ثابت ہوگا۔ تم نے اور انسپکٹر
نے اس جگہ کو تو اچھی طرح سے دیکھا
ہوگا۔ جہاں تم پر حملہ کیا گیا تھا۔ کیا
وہاں کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس سے
کوئی سراغ مل سکے؟

عطاء اللہ :۔ نہیں کوئی نہیں۔ یہ
ظاہر ہوتا ہے کہ جسوقت مولوی صاحب
گاڑی سے گرے۔ ساتھ ہی جواہرات
کا صندوق بھی اُن پر پڑا جس کی
ضرب سے وہ مر گئے پھر قزاقوں نے
صندوق اٹھا لیا اور کہیں چھپا دیا۔

مرزا احسن :۔ لیکن یہ تعجب کی بات
ہے کہ تم دونوں کو وہاں کوئی چیز نہیں
ملی۔ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ کوئی نہ کوئی
ایسی چیز رہ جایا کرتی ہے۔ جس سے
کچھ نہ کچھ سراغ نکل آوے۔

عطاء اللہ :۔ اگر چور یا ڈاکو ہوتے
تو غالباً ایسا ہوتا۔ لیکن یہ دونوں
بھائی بڑے حضرت ہیں۔ یہ ایسے
کچے نہیں۔ جو کسی قسم کا سراغ چھوڑ
جاویں۔

مرزا احسن (آہ سرد لیکر) ہاں
لیکن افسوس ہے کہ مولوی صاحب
غریب کی مفت میں جان گئی۔ لیکن

تو

شائد قزاقوں کو دیکھا ہوگا۔ اگر زندہ ہوتا تو ایک لفظ میں یہ راز حل ہو جاتا"

عطاء اللہ "ہاں لیکن افسوس اس لفظ کا بتانیوالا کہاں سے آوے"

مرزا احسن "واقعی مجکو بھی یہی خوف ہے کہ یہ راز کبھی ظاہر نہ ہوگا عطاء اللہ تمکو کسی چیز کیضرورت ہے۔ تم جانتے ہو کہ تم خود مختار ہو۔ جو کچھ تم مناسب جانو۔ جو دل میں آوے خریدو یا فروخت کرو"

عطاء اللہ "مرزا صاحب میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ تھوڑی سی تار خریدنی ہوگی۔ ابھی اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ جب مجھ کو سینا جانے کا موقعہ ملا میں لیتا آؤنگا جب میں نے سینا میں جوہریوں کی دوکان کھولی ہوئی تھی تو وہاں میری ایک انگوروں کے ایک مالی خوب گہری دوستی ہوگئی تھی۔ ہمیں چند آدمیوں کی ضرورت ہے۔ اگر تمہاری مرضی ہو تو میں ساتھ لیتا آؤنگا"

مرزا احسن "اسکا نام کیا ہے"

عطاء اللہ "محمد رضا"

اس نام کے سنتے ہی مرزا احسن چونک پڑا۔ کیونکہ یہ نام اس شخص کے بیٹے کا تھا۔ جسکی زمین میں یہ واردات ہوئی تھی"

عطاء اللہ "یہ شخص اس خاندان میں سے نہیں ہے"

مرزا احسن "خیر تمہاری مرضی اگر مناسب سمجھو تو لے آنا ہاں عطاء اللہ تم اتنے دن تک سینا میں جوہریوں کا اور زرگری کا کام کرتے رہے ہو کل میں نے ایک بھاری صندوق اٹھایا تھا۔ اُس کے کنڈے کے ساتھ میری گھڑی کی زنجیر اٹک کر ٹوٹ گئی ہے اور وہ حصہ جو ٹوٹ گیا تھا۔ کہیں گم ہوگیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اسکو جوڑ دو"

عطاء اللہ "زنجیر لیکر) او ہو۔ اس کا تو کچھ نہیں۔ کسیوقت اس کو جوڑ دونگا۔ زنجیر تو واقعی بہت عمدہ ہے۔ لیکن افسوس تم نے اسکا ٹوٹا ہوا حصہ گنوا دیا۔ تم نے اسے ڈھونڈا نہیں"

مرزا احسن "نہیں میں نے تلاش ہی نہیں کی۔ ابھی بہت باقی ہے"

چنانچہ عطاء اللہ نے زنجیر کو

جیب میں ڈال لیا اور مرزا احسن
کے جانے کے بعد اُس نے دونوں
ٹکڑوں کو اپنی جیب سے نکالکر سرے
ملائے تو زنجیر بنگئی اب بالکل شک
دور ہوگیا۔ یہ بڑا بھاری ثبوت تھا
مرزا احسن ہی مولوی صاحب کا
قاتل تھا اور ڈاکہ زنی کا مجرم تھا
اس کو اب اس بات کا بھی کامل
یقین ہوگیا کہ راجہ صاحب کے
مکان میں بھی اسی نے اپنے بھائی
پر بندوق داغدی تھی جبکہ وہ نالاب
کاٹ کر اُتر رہا تھا۔ اس شب کو عطاءاللہ
رات بھر نہ سویا۔ صبح کے وقت
اتفاق سے اُسکو بلاؤ جانا پڑگیا"
مرزا احسن:۔ "چونکہ تم مسینا جا
رہے ہو۔ وہاں انسپکٹر صاحب سے ملنا
شائد وہ کوئی نئی خبر سنا دے
اور اپنے ساتھ محمد رضا کو بھی لیتے آنا
چنانچہ عطاءاللہ ناصر الدین کو بھی
اپنے ساتھ لیتا گیا۔ مسینا پہنچ کر
اول اُس نے ضروری اشیا خریدکیں
اور پھر انسپکٹر صاحب کے پاس گیا"
انسپکٹر:۔ "عطاءاللہ تم ہو میں تم
کو آج بلوانے والا تھا"
عطاءاللہ:۔ "کیوں کوئی نئی بات
واقع ہوا ہے"
انسپکٹر:۔ "ابھی ہوئی تو نہیں لیکن
ہونے والی ہے۔ تم جانتے ہو۔ کہ
میں نے سراج الدین وغیرہ کے پیچھے
سراغرساں لگائے ہوئے ہیں اور
اُس کی حرکات وسکنات ہم کو
معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ اُس کو
نہ تو اس ڈاکہ زنی کا علم ہے۔ نہ
وہ مولوی صاحب کا قاتل ہے۔
اس بات کا مجھ کو یقین ہوچکا ہے۔
اُس نے تم سے سچ کہا تھا کہ اُس کا
بھائی سراج الدین زخمی ہے۔ لیکن
اب اُسکو آرام ہے اور وہ واپس
آگیا ہے اور وہ خلیج کے کنارہ
پہ دوبارہ حملہ کرنے کے واسطے
آدمی جمع کررہا ہے۔ میرا ایک
سپاہی بھی اُن میں شامل ہوگیا
ہے اور اس سے مجھ کو معلوم ہوا
ہے کہ دونوں بھائیوں کو یہ یقین ہے
کہ وہ خزانہ ابھی تک جزیرہ میں ہی
ہے۔ ان کو بھی مرزا احسن پر شبہ ہے
خیر اگر ممکن ہوا تو میں اُن کے حملہ
کو رد کرونگا۔ میں نے چند سپاہیوں
کو حکم دیا ہے کہ وہ آج ہی مسلح ہوکر
اُس خلیج کے کنارہ پہ چلے جائیں۔

امید ہے کہ لڑائی ضرور ہوگی لیکن
چونکہ اس کے پاس کشتیاں ہیں۔
لہذا امید پڑتی ہے۔ کہ ہمارے
سپاہیوں سے شکست کھاکر وہ
ضرور جزیرہ کا رخ کرینگے۔ اور تم کو
وہاں ستائینگے۔ لہذا مناسب ہے
کہ تم سب تیار رہو۔ میرا ارادہ تھا۔
کہ وہاں بھی سپاہی بھیجوں لیکن
میں نے یہاں بھی انتظام کرنا ہے
اگر میں نے سپاہی بھیجدئے۔ تو پھر
وہ حملہ نہیں کرینگے"

عطاءاللہ "میرے خیال میں
ہم ان کا مقابلہ کرسکینگے۔ لیکن کوٹانو
میں بھی انقلاب واقع ہونے
والا ہے۔ میرے پاس گھڑی کی ایک
زنجیر ہے اسکو دیکھو تو"

انسپکٹر "مسکرا کر، میں جانتا ہوں
کہ زنجیر کس کی ہے۔ لیکن تم نے
غلطی کی ہے اگر اُس کو معلوم ہوگیا
کہ تم نے چرائی ہے اور یہاں
لائے تھے"

عطاءاللہ "نہیں، اُس نے خود
ہی مجھ کو مرمت کیلئے دی تھی"

انسپکٹر "یا خدا وہ بڑا دلیر ہے۔
کوئی اور بات بھی دریافت کی"

عطاءاللہ "نہیں۔ لیکن ہم کو
اسی شہادت کی ضرورت تھی اب
جس وقت ہم کو یہ معلوم ہوجائیگا
کہ صندوق اُس نے کہاں رکھا ہے
ہم اُسکو فوراً گرفتار کرلینگے۔ اُس نے
اپنی تسلی کیلئے مجھ سے بہت سی باتیں
کہیں۔ جن سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ
یہ جاننا چاہتا ہے کہ اُسکی حرکات
وسکنات کو کوئی تاڑتا تو نہیں۔
اب کچھ شک نہیں وہ خزانہ کہیں
لے جائیگا اور مجھ کو اُس نے ایک
مالی کے لانے کی اجازت دی ہے۔
اب جس شخص پر تم کو کامل اعتبار
ہو۔ اُسکو میرے ساتھ کردو"

انسپکٹر "بہت اچھا۔ بلکہ میں
اُسکو ہدایت کردونگا کہ تمہارے
ہر ایک حکم کی تعمیل کرے"
چنانچہ انسپکٹر صاحب نے
ایک سپاہی کو بلایا۔

عطاءاللہ "اس کا نام محمد رضا
ہوگا"

انسپکٹر "بہت اچھا۔ یاد رکھو
آج سے تمہارا نام محمد رضا ہوگا
تم اُن کے ساتھ جاؤ اور ان کے
ہر ایک حکم کی تعمیل کرتے رہا کرو"

سپاہی "بہت اچھا حضور"
چنانچہ عطاء اللہ اس نوجوان سپاہی کو ساتھ لے کر کوٹا نو پہنچا۔ مرزا احسن نے غور سے اس شخص کی طرف دیکھنا شروع کیا:۔
شام کے وقت عطاء اللہ نے اس سپاہی کو کہا:۔
عطاء اللہ "دیکھو رضا آج رات کو ضرور ایک واقعہ ہوگا۔ تم اس ناخدا کو دیکھتے رہنا اور میں مرزا احسن کو دیکھتا رہونگا۔ اس کے بعد عطاء اللہ نے مرزا احسن کو خبر دی۔ کہ سراج الدین وغیرہ پھر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں"
مرزا احسن "انسپکٹر صاحب کو اس کا انتظام کرنا چاہیئے"
عطاء اللہ "تو کیا تم پہرے والوں سے نہ کہو گے کہ ہوشیار رہیں"
مرزا احسن "کیا ضرورت ہے ناصر الدین تو ساحل پر ہی سوتا ہے رات چاندنی ہے۔ ان کی آمد سے وہ ہوشیار رہیگا"
عطاء اللہ "لیکن وہ دوسرے ساحل سے بھی آسکتے ہیں"
مرزا احسن "پھر آنے دو۔ ہم ان کی خاطر کیلئے تیار ہیں"
عطاء اللہ "لیکن راجہ صاحب کو بھی اطلاع دینی مناسب ہے"
مرزا احسن "محض بے فائدہ ہے۔ کیونکہ اس دن سے راجہ صاحب کے مکان کے گرد برابر پہرہ لگا رہتا ہے"
عطاء اللہ اس کا مطلب سمجھ گیا اُس کا ارادہ تھا کہ آج کی شب کوئی حرکت کرے۔ چنانچہ عطاء اللہ نے ناصر الدین کو ساحل کی طرف جاتے دیکھ کر بلایا:۔
عطاء اللہ "ناصر الدین کہاں چلے ہو"
ناصر الدین "چپ آقا کہتا ہے کہ آج سراج الدین حملہ کرے گا اور مجھ کو حکم دیا ہے۔ کہ خالی کشتی کو تیار رکھوں۔ جس وقت وہ آویں ہم نکل جاویں"
عطاء اللہ مطلب کو تاڑ گیا اور اپنے دل سے کہنے لگا کہ آج کی شب ضرور کچھ نہ کچھ واقع ہوگا:۔
رات اتفاق سے اندھیری تھی۔ چنانچہ عطاء اللہ مقررہ جگہ پر محمد رضا سے ملا:۔
عطاء اللہ "آج کچھ نہ کچھ واقع ہوگا

تم ساحل پر چلے جاؤ۔ اور میں مرزا احسن کا انتظار کرونگا۔ کیونکہ تم اس کو قتل کے جرم میں ماخوذ کرنا چاہتے ہو۔ اور میں دوسرے کے لئے جواہرات کا صندوق لینا چاہتا ہوں۔"

چنانچہ وہ تو ساحل کیطرف چلا گیا اور عطاء اللہ درختوں کی اوٹ میں کھڑا ہو کر مرزا احسن کے کمرہ کی طرف دیکھنے لگا۔ آدھی رات گذر چلی تھی۔ جب کہ دریچہ میں سے روشنی نکل ہوتی دکھائی دی۔ لیکن یکایک خفیہ دروازہ کی طرف باریک سی روشنی دکھائی دی۔ لیکن یہ روشنی بھی فی الفور گل ہو گئی اور عطاء اللہ نے مرزا احسن کو دبے پاؤں اندھیرے میں چلتے دیکھا۔ اُس نے چند لمحوں تک کھڑے ہو کر آہٹ لینی شروع کی۔ اور پھر ساحل کی طرف چل پڑا:۔

عطاء اللہ "(دل سے) اب لڑائی کا وقت آ گیا۔ لیکن وہ جواہرات کا صندوق تو اُس نے ساتھ لیا ہی نہیں۔"

عطاء اللہ کچھ فاصلہ پر اس کے تعاقب میں ہو لیا وہ حیران تھا۔ کہ محمد رضا کہاں چھپا ہوا ہے تھوڑی دیر کے بعد کشتی کی لالٹین دکھائی دی۔ ناصر الدین اور مرزا احسن دونوں سفر کے لئے تیار اُسکی روشنی میں دکھائی دئے:۔

مرزا احسن (ناخدا سے) سب کچھ درست ہے۔"

ناصر الدین "ہاں سب کچھ تیار ہے اس صندوق کو بھی لے لیں۔"

مرزا احسن "ہاں چلو اس جہنم سے نکل چلیں۔"

چنانچہ دونوں نے مل کر کشتی کے پاس تھوڑی سی مٹی اٹھائی اور جواہرات کا صندوق نکالا۔ عطاء اللہ پر یہ دیکھ کر سکتے کا عالم ہو گیا۔ لیکن اُس نے اپنی طبیعت کو سنبھالا اور اس خیال سے کہ مبادا دیر لگانے سے وقت جاتا رہے۔ اُس نے شور مچانا شروع کر دیا:۔

عطاء اللہ "چور۔ چور۔ محمد رضا جلدی آ۔"

مرزا احسن (ناصر الدین سے)

صندوق - صندوق "

دونوں نے مل کر جلدی سے صندوق اٹھایا - لیکن عطاء اللہ اس وقت اُن کے قریب پہنچ گیا تھا - اُس نے جلدی سے مرزا احسن کا ہاتھ پکڑ لیا اور جدوجہد میں صندوق چھوٹ کر پانی میں گر پڑا :-

اسوقت محمد رضا کی آواز بھی قریب ہی سنائی دی - عطاء اللہ ایسا گھبرایا ہوا تھا - کہ اسکو پستول استعمال کرنا بھی یاد نہ رہا - لیکن محمد رضا نے پستول سر کر دیا جس کے جواب میں ناصر الدین نے بھی پستول داغ دیا - عطاء اللہ مرزا احسن کے ساتھ جدوجہد کر رہا تھا :-

مرزا احسن " خدا اسے غارت کرے - ہمیں ضرور نکلنا چاہیئے - ناصر الدین اسکو مار ڈال "

عطاء اللہ برابر شور مچائے جاتا تھا - اس اثناء میں راجہ صاحب کے لوگ جاگ اُٹھے ناصر الدین نے ایک سلاخ اُٹھاکر عطاء اللہ کے سر پر رسید کی جس سے وہ بیہوش ہوکر گر پڑا لیکن وہ دونوں کشتی میں سوار ہوکر نکل گئے - اور صندوق ساتھ نہ لے جا سکے :-

بیسواں باب

تھوڑی دیر کے بعد راجہ عبداللہ خان صاحب اُس کا بھائی چند آدمیوں کو ساتھ لئے ہوئے ساحل پر پہنچے - اس اثناء میں عطاء اللہ کو بھی کسی قدر ہوش آگیا تھا - چنانچہ اُس کو اور سپاہی کی لاش کو مکان پر لے گئے :-

راجہ صاحب " یا خدا ! عطاء اللہ اب کیا واقع ہوا تھا "

عطاء اللہ " کیا "

راجہ صاحب " ہاں غریب تمہارا تو قریباً خاتمہ ہو چکا ہے - لیکن ہم ابھی تم کو تندرست کئے لیتے ہیں - سعد اللہ ایک پیالہ کافی کا گرما گرم دودھ ملاکر جلدی سے لاؤ "

سعد اللہ " ابھی لایا "

عطاء اللہ نے سہارے سے

بیٹھ کر کافی پی لی :-

راجہ صاحب "آہستہ آہستہ بات کرو۔ گو مختصر ہی کرو لیکن خدا کے واسطے کچھ تو بتاؤ۔ کہ کیا ہوا تھا؟ مرزا احسن کہاں؟"

عطاء اللہ "کیا میں نے اُسے پکڑ لیا تھا۔ صندوق جواہرات انسپکٹر پولیس کو فوراً اطلاع دو۔"

راجہ صاحب "جواہرات کا صندوق۔ تم نے مرزا احسن کے پاس جواہرات کا صندوق دیکھا ہے"

عطاء اللہ "ہاں مرزا احسن ہی چور اور مولوی صاحب کا قاتل ہے۔ وہ اپنی دخانی کشتی میں اب سوار ہو کر بھاگ گیا ہے"

سعد اللہ "صندوق ساتھ لیگیا"

عطاء اللہ "نہیں۔ ساحل کے پاس پانی میں گر پڑا ہے نکل سکتا ہے کیونکہ وہاں پانی بہت کم ہے چنداں گہرا نہیں ہے"

سعد اللہ "لو تم اور کافی پیو اور پھر سو جاؤ۔ اب ہم سب انتظام کئے لیتے ہیں"

چنانچہ کافی کا دوسرا پیالہ پی کر عطاء اللہ سو گیا۔ جب اس کی نیند بھر گئی۔ تو ڈاکٹر اور انسپکٹر پولیس اُسکے پاس بیٹھے تھے :-

ڈاکٹر "اب امید ہے۔ کہ تم جلد تندرست ہو جاؤ گے۔ ابھی تمہاری زندگی باقی ہے گو تم اپنی طرف سے خاتمہ کرنے میں بہت کوشش کر رہے۔ ایک مصیبت سے ابھی رہائی نہیں ہوئی۔ کہ دوسری میں لات ڈال دیتے ہو غالباً تم کو اپنی جان دوبھر ہو رہی ہے۔ خیر صندوق کو امان امان ملگیا ہے۔ یہ انسپکٹر صاحب بیٹھے ہیں۔ جو اصل واقعہ کی کیفیت سننا چاہتے ہیں۔ اور احسن بیگ بھی تمہارا شکریہ ادا کرنے کے واسطے موجود ہے"

عطاء اللہ نے نگاہ اٹھا کر احسن بیگ کیطرف دیکھا:-

احسن بیگ "عطاء اللہ میں سمجھتا ہوں۔ انسپکٹر صاحب نے مجھ کو کل حال سے آگاہ کر دیا ہے مجھ کو اس بات کا سخت افسوس ہے کہ میرا چچا زاد بھائی پرلے درجہ کا بدذات نکلا۔ خداوند کریم اسکو

اس فعل کی سزا دیگا۔ اب ہمیں تمہاری تندرستی مدنظر ہے ۔"

انسپکٹر ۔" لیکن میرا سراغرسان تو مرگیا۔ عطاء اللہ کیا واقع ہوا تھا۔ عطاء اللہ نے کل سرگذشت مجھکو سنادی ۔"

انسپکٹر ۔" خیر میں ان کو بہت جلدی پکڑ لونگا۔ اور اب میں جاتا ہوں۔ مجھے زیادہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ میں کل شب کی لڑائی سے سخت تھکا ہوا ہوں۔ لیکن مجھکو ان قاتلوں اور ڈاکوؤں کا تعاقب کرنا ہے۔

کل رات کو تمہارے سراج الدین اور اس کے بھائی کے ساتھ ہماری سخت لڑائی ہوئی وہ ضرور جزیرہ پر حملہ آور ہوتے۔ اگر ہم ان سے بھڑ نہ پڑتے۔ لیکن ہم نے ان کو شکست دے کر بھگا دیا اب امید نہیں کہ وہ دوبارہ کوشش کریں اور اگر ہم نے ان دونوں قاتلوں اور ڈاکوؤں کو پکڑ لیا تو پھر جزیرہ میں امن ہو جائیگا ۔"

راجہ صاحب ۔" خدا کرے ۔"

احسن بیگ ۔" میرے بھائی نے

ساتھ کیا کیا جائیگا ؟ "

انسپکٹر ۔" (مسکرا کر) تم جانتے ہو کہ قاتلوں کا انجام کیا ہوتا ہے ۔"

انسپکٹر اٹھ کر روانہ ہونے لگا۔ تو ہر ایک سننے یہ خواہش ظاہر کی کہ سراج الدین کا واقع سنایا جاوے لیکن انسپکٹر کو بہت جلدی تھی :۔

انسپکٹر ۔" اب تو مجھکو فرصت نہیں میں جاتا ہوں۔ کل واپس آؤنگا۔ پھر کل واقع سناؤنگا۔ نیز تم کو مرزا احسن اور اسکے ناصر الدین کی نسبت بھی خبر دونگا ۔"

چنانچہ اس نے اپنے سراغرسان کی لاش اٹھا کر کشتی میں رکھوائی اور مینا کی طرف روانہ ہو گیا۔ چند روز کے بعد عطاء اللہ کو بھی آرام ہو گیا۔ راجہ صاحب اور ان کی بیٹی شمسہ بھی عطاء اللہ کی خبر کو آئیں ۔"

احسن بیگ ۔" عطاء اللہ ایک احسن بیگ چلا گیا اور دوسرا آ گیا اب میں تمہارے پاس رہونگا ۔"

عطاء اللہ ۔" اب تم بالکل تندرست ہو ۔"

احسن بیگ ۔" ہاں میں تو دیسے

آجاتا۔ لیکن راجہ صاحب نے آنے
نہ دیا۔ انکو خیال تھا۔ کہ کوئی تازہ
مصیبت وارد ہونیوالی ہے"

راجہ صاحب :۔ "اس کا یقین
مجھ کو عطاءاللہ نے دلایا تھا۔ اسی
نے معلوم کیا تھا۔ کہ جب تم تالاب
کاٹ کر آرہے تھے۔ تو تم کو تعاقب
سے گولی لگی تھی۔ اس میں کچھ
شک نہیں۔ کہ مرزا احسن نے
ہی تم پر گولی چلائی تھی۔ وہ غائت
درجہ کا بزدل تھا۔ اُس کا منشاء
دراصل یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ کل
جائداد کا مالک بننا چاہتا تھا۔ یہ
اُس کے اپنے افعال کا اس کو
ملیگا"

چند روز کے بعد عطاءاللہ نے
احسن بیگ سے پوچھا:۔

عطاءاللہ :۔ "تم ان جواہرات
کو کیا کرنا چاہتے ہو"

احسن بیگ :۔ "ابھی تو کچھ نہیں
جب تک مرزا احسن کا فیصلہ نہ ہو
جاوے۔ اُسکے بعد میں اُنکو بیچ
ضرور فروخت کرونگا اور انمیں سے
سے [illegible] اُسکے رشتہ داروں
کو بھیجدونگا"

عطاءاللہ :۔ "یہ تمہاری فیاضی ہے
تمہارا فرض نہیں ہے"

احسن بیگ :۔ "لیکن میرے پاس
بہت کچھ ہوگا۔ میں راجہ صاحب
سے مشورہ کرکے اُس پر عمل کرونگا
ہم یہاں عطاءاللہ چین سے
زندگی بسر کرینگے۔ جب یہ سیاہ بادل
ہمارے سروں پر سے دفع ہوجاوینگے
یعنی میں شمسہ اور تم"

عطاءاللہ :۔ "اچھا تو کیا شمسہ سے
تمہاری شادی ہوگی"

احسن بیگ :۔ "ہاں مجھ کو اُس سے
محبت ہے۔ اور اُس کو مجھ سے
راجہ صاحب نے بھی منظور کر لیا
ہے۔ لیکن ابھی کچھ عرصہ تک شادی
نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ اس
آفت کا خاتمہ نہ ہوئے"

شام کے وقت انسپکٹر صاحب
آگئے۔

انسپکٹر صاحب :۔ "تمہارا بھائی
بڑا حضرت نکلا۔ اسکا سراغ میں نے
بمبئی میں نکالا۔ کشتی بندرگاہ میں
لنگر انداز تھی۔ ناصرالدین کو گرفتار
کر لیا گیا ہے۔ لیکن مرزا احسن کا
کہیں پتہ نہیں ملا۔ نہ ہی ناصرالدین

اپنے مالک کی کوئی خبر ہے ۔ ہم
ابھی اُسکو زیر حراست رکھینگے ؛؛
اُس کا بیان صاف ہے ۔
وہ کہتا ہے کہ اُس نے حکم کی تعمیل
کی ہے ۔ وہ کہتا ہے ۔ کہ مرزا احسن
ابھی رات ہی تھی کہ کسی دوسری کشتی
میں سوار ہو کر چلا گیا تھا ۔ اُس کے
بیان سے ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ اسکو
چوری یا قتل کی کوئی خبر نہیں تھی
اُس کو صرف یہ کہا گیا تھا کہ مرزا
احسن مولوی صاحب سے ملنے
جاتا ہے ۔ پھر اُس نے بندوق
کی آواز سُنی ۔ اور تھوڑی دیر کے
بعد مرزا احسن صندوق اُٹھائے
ہوئے کشتی پر آیا ۔ وہ جانتا تھا
کہ اُس کے مالک نے کسی کو قتل
کیا ہے ۔ لیکن وہ اس نے خوف سے
اطلاع بھی نہ دیسکا ۔ کہ مبادا رعایت
مجرمانہ میں ماخوذ کر لیا جاوے :۔
خیر اصلی مجرم تو گرفتار نہیں
ہُوا ۔ اس کا کوئی سراغ نہیں ملا
خدا جانے کہاں گیا :۔
عطاءاللہ :۔ وہ بڑا چالاک
آدمی ہے ۔ لیکن وہ ہمیشہ ہی چھپا
نہیں رہیگا ۔ کسی نہ کسی روز تم ضرور
اس کو گرفتار کر لو گے ؛؛
انسپکٹر :۔ ہاں ۔ میں حتے الامکان
کوشش کرتا رہونگا ؛؛
اس گفتگو کے بعد وہ سب کو
ہدایت کر گیا ۔ کہ سراج الدین وغیرہ
کی طرف سے ہوشیار رہیں مبادا
وہ بجری میں حملہ کر دیں :۔
چنانچہ مذکورہ بالا واقعہ کو
ایک ہفتہ عشرہ گذر گیا ۔ اور یہ
عرصہ امن وچین سے گذرا :۔
ایک روز صبح کاذب کے
وقت عطاءاللہ کی آنکھ یکایک
کھل گئی ۔ اُسے کوئی آہٹ
تو سنائی نہ دی ۔ لیکن اُس کا
دل گواہی دے رہا تھا ۔ کہ کوئی
نہ کوئی معاملہ بگڑا ہُوا ہے ۔ اسکو
زیادہ تر خوف اپنے نوجوان
آقا کا تھا ۔ چنانچہ اُس نے اُٹھ کر
جلدی سے کپڑے پہنے اور اسکی
خوابگاہ کی طرف گیا ۔ احسن بیگ
اپنی خوابگاہ کا دروازہ کھلا نہ رکھتا
تھا ۔ چنانچہ دروازہ کُھلا تھا اور
بستر سے معلوم ہوتا تھا ۔ کہ وہ
اُس پر سویا ہے لیکن اس وقت
وہ وہاں موجود نہ تھا ۔ عطاءاللہ نے

آہستہ سے اُس کا نام لے کر پکارا۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ اس سے عطاء اللہ گھبرا گیا اور جلدی سے نکل کر علی قلی سپاہی سے پوچھنے لگا۔ کیونکہ اسوقت اس کا پہرہ تھا۔ لیکن علی قلی سپاہی کا بھی کہیں پتہ نہ تھا۔

یہ دیکھ کر عطاء اللہ پر گویا بجلی گر گئی۔ چنانچہ وہ چاہتا تھا کہ شور مچا کر کل لوگوں کو جگا دے کہ اسکو احسن بیگ آتا دکھائی دیا وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا گھر کی طرف آ رہا تھا۔ چنانچہ عطاء اللہ جلدی سے ایک درخت کی اوٹ میں ہو گیا اور احسن بیگ مکان کے اندر داخل ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد احسن بیگ جواہرات کا وہی صندوق اٹھائے ہوئے باہر نکلا۔ عطاء اللہ اس سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ لیکن اُس کی زبان تالو سے چمٹ گئی۔ آواز گلے میں ہی رک گئی اس کی ٹانگیں خوف سے کانپنے لگ گئیں۔ کیا یہ انجام تھا۔ احسن بیگ بھی مکار تھا۔ وہ بھی کیا اپنے چچا زاد بھائی کی مانند بد ذات تھا۔

اس اثناء میں یکایک بندوق کی آواز ہوئی۔ اور احسن بیگ دہلیز میں گر پڑا۔ عطاء اللہ کے منہ سے یکایک چیخ نکل گئی اور وہ احسن بیگ کی طرف جھپٹ پڑا۔

اکیسواں باب

عطاء اللہ نے احسن بیگ کا سر اپنی گود میں لے لیا۔ اور امداد کے واسطے شور مچانا شروع کیا۔ اُس کے سر میں گولی لگی تھی اُس کی پیشانی سے خون فوارہ کی مانند بہ رہا تھا۔ عطاء اللہ کو یقین ہو گیا۔ کہ احسن بیگ مر گیا۔ چنانچہ اُس نے خونچکاں لاش کو اٹھا لیا۔ اور اندر لے جا کر بستر پر لٹا دیا۔ اُس کے اوپر سفید چادر اوڑھا دی۔

اس اثناء میں تمام نوکر جمع ہوگئے تھے۔ جن کو اس نے کہا کہ بندوقیں ہاتھ میں لے کر قاتل کا تعاقب کریں اور خود [illegible] صاحب

مکان پر گیا اور ان کو جگایا:-
راجہ صاحب ۔ کیوں کیا ہوا
یہ شور کیسا ہے۔ کیا ہم پر حملہ ہو گیا ہے
عطاء اللہ ۔ ہاں حملہ تو کیا گیا
ہے۔ لیکن احسن مارا گیا ہے"
راجہ صاحب ۔ احسن مارا
گیا ہے۔ تم کیا کہتے ہو"
سعد اللہ خاں ۔ کیا ہوا۔ کیا
ہوا۔ اب کون مارا گیا"
عطاء اللہ ۔ احسن"
سعد اللہ ۔ تو کیا پولیس نے اسے
پکڑ لیا تھا۔ کہاں"
عطاء اللہ ۔ نہیں وہ احسن نہیں
ہمارا اپنا احسن بیگ ۔ مرزا احسن نہیں"
سعد اللہ ۔ آہ ۔ یہ نہیں ہو سکتا"
اس اثناء سیڑھیوں میں سے
یکایک ایک چیخ کی آواز آئی اور
کسی کے گرنے کی آواز سنائی دی:-
راجہ صاحب ۔ عجیب لڑکی
مجھے خیال نہ تھا کہ وہ سن
رہی ہے"
راجہ صاحب کی بہن ۔ ہم دونو
سن رہی تھیں ۔ یہ ہمارا قصور
نہیں مناسب نہ تھا ۔ کہ ابھی اسکو
یہاں سے جانے دیتے ۔ کس نے
مارا ہے"
عطاء اللہ ۔ میرے خیال میں
صفدر جنگ کی کارستانی ہے
میں نے اس کا نام سنا ہے اور
لوگ اس کی گرفتاری کے لئے
تعاقب میں گئے ہیں"
راجہ صاحب ۔ تو امید ہے
کہ پکڑا جاویگا"
سعد اللہ ۔ ہم دونوں میں سے
ایک کو یہاں ٹھیرنا لازمی ہے شاید
ادھر بھی حملہ کر دیں"
راجہ صاحب ۔ تم ٹھیرو اور
میں عطاء اللہ کے ساتھ جاتا ہوں
چنانچہ راستہ میں عطاء اللہ نے
کل سرگذشت راجہ صاحب کو
سنائی ۔ اس سرگذشت کو سنکر وہ
کسیقدر سوچ میں پڑ گیا اس اثنا
میں علی قلی خاں سپاہی بھی آتا
دکھائی دیا:-
عطاء اللہ ۔ علی قلی ادھر آؤ
اور ہم دونوں کو کل حال سناؤ
تو کہاں تھا اور یہ کیا تازہ آفت
نازل ہوئی ہے۔ آقا کے ساتھ تھا"
علی قلی ۔ ہاں ۔ میں نے اس
کی مدد کی"

عطاء اللہ "تو نے مدد کی۔ تو کہتا ہے۔ کہ تو نے اپنے آقا کے قاتل کی امداد کی"

علی قلی "نہیں نہیں۔ میں نے اپنے آقا کو مدد دی تھی۔ کیونکہ وہ چور کو کشتی پر لے گئے تھے"

عطاء اللہ "تحمل سے بات کر گھبرا نہیں"

راجہ صاحب "ہاں تحمل سے بات کر گھبرا نہیں۔ ہمیں یہ معلوم ہی نہیں کہ گھر میں کوئی چور آیا تھا"

علی قلی "ہاں چور تو آیا تھا جسے آقا نے مار ڈالا"

عطاء اللہ "ایک اور خون علی قلی صاف صاف بیان کر تو کیا کہتا ہے"

علی قلی "میں کہتا ہوں کہ میں دہلیز میں بیٹھا ہوا تھا جہاں کہ میں ہمیشہ بیٹھا کرتا ہوں جب حقہ پی رہا تھا ایک بجے کا عمل تھا کہ میں نے اپنے آقا کو گھر میں داخل ہوتے دیکھا یہ دیکھ کر میں حیران ہوگیا کیونکہ دوسرے سپاہی نے جس سے میں نے پہرہ بدلا تھا۔ مجھ سے کوئی ذکر تک نہ کیا تھا۔ کہ آقا باہر گیا ہوا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھکو دریچہ میں روشنی دکھائی دی پھر میں نے دیکھا۔ کہ دو آدمی کشتی لڑ رہے ہیں میں بھاگا ہوا آقا کے کمرے میں گیا اور میں نے دیکھا کہ آقا نے اس دشمن کو گرایا ہوا ہے اور اس پر ایک کمبل لپیٹ دیا ہے چنانچہ مجھ سے کہنے لگا۔ کہ چور کو باہر لیجانے میں اسکی مدد کروں لیکن شور نہ مچاؤں۔ تاکہ کسی کو خبر تک نہ ہو"

عطاء اللہ "تعجب کی بات ہے اس نے آواز تک نہ دی"

علی قلی "وہ اپنے ہوش میں نہ تھا۔ چنانچہ ہم نے اس چور کو ملکر اٹھالیا وہ بھی زندہ تھا ہم نے اسکو ساحل پر لے جا کر کشتی میں ڈال دیا۔ پھر کشتی کو کنارے سے سرکا کر پانی میں کر دیا۔ اور آقا نے اس کی رسی میرے ہاتھ میں دیکر کہا۔ کہ پکڑے رہو۔ اور مجھے کہنے لگے کہ اگر مجھ کو اپنی جان عزیز ہے۔ تو میں کشتی کیطرف نہ دیکھوں۔ کیونکہ وہ خود ہی آکر اس کو لے جائیں گے"

عطاء اللہ ۔ "کیا آقا نے یہ کہا تھا؟"

راجہ صاحب ۔ "احسن بیگ نے یہ کہا تھا"

علی قلی ۔ "جی ہاں۔ خدا جانتا ہے میں جھوٹ نہیں کہہ رہا ہوں۔ پھر مجھ کو بندوقوں کے چلنے کی آواز سنائی دی۔ چنانچہ میں رسی کو ہاتھ سے چھوڑ کر گھر کی طرف بھاگا۔ کیونکہ میں نے خیال کیا کہ اور قزاق آ گئے ہیں۔ یہاں آن کر میں نے دیکھا۔ کہ آقا مارا گیا ہے"

یہ سنکر راجہ صاحب کا چہرہ زرد ہو گیا۔ اور عطاء اللہ کا ہاتھ پکڑ کر وہ گھر میں داخل ہوئے

راجہ صاحب ۔ "عطاء اللہ اس میں کوئی راز ہے۔ احسن بیگ کبھی ایسا نہ کرتا۔ جیسا کہ اس سپاہی نے بیان کیا ہے"

چنانچہ راجہ صاحب نے لاش پر سے چادر اٹھا کر چہرہ کو غور سے دیکھنا شروع کیا پھر اس کے خون آلودہ بالوں کو ٹٹول کر دیکھا۔ آخرکار تھوڑی دیر کے بعد مصنوعی بالوں کو [illegible]

تو مصنوعی چہرہ اتر آیا"

عطاء اللہ ۔ "یا خدا مجھ سے اس نے کبھی ذکر نہیں کیا۔ کہ وہ مصنوعی چہرہ پہنا کرتا ہے"

راجہ صاحب ۔ "یہ کارستانی اس شخص کی ہے جس نے تم کو چوہدری بنایا تھا۔" یہ کہکر راجہ صاحب مکان سے باہر نکل آئے اور سپاہی سے کہنے لگے۔ کہ انکو کشتی کے پاس لے چلے چنانچہ جب یہ تینوں کشتی کے پاس پہنچے۔ تو انہوں نے دیکھا کہ کوئی جسم کشتی میں کمبل میں لپٹا پڑا ہے۔ راجہ صاحب نے اس کمبل کو اتارنا شروع کیا آخرکار احسن بیگ کا چہرہ صاف دکھائی دینے لگا۔"

عطاء اللہ خوشی کا نعرہ مار کر بیہوش ہو گیا۔ . . .

. . .

جب عطاء اللہ کو ہوش آیا تو وہ بہت ہی کمزور ہو رہا تھا۔ ڈاکٹر اس کی چارپائی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اور شمسہ سرہانے کھڑی ڈاکٹر سے کچھ پوچھ رہی تھی۔"

ڈاکٹر ۔ [illegible]

بیگم صاحبہ اگر وہ آپ کو پہچان لے
تو پھر امید ہے کہ وہ بچ جائے گا
اور ہوش و حواس بھی قائم رہینگے "
شمسہ : " عطاء اللہ تم مجھ کو
پہچانتے ہو "
عطاء اللہ : " ہاں "
شمسہ : " خدا کا شکر ہے "
پھر سعد اللہ خاں آیا۔ جس
نے ڈاکٹر سے چند سوالات
پوچھے۔ جس کے جواب میں
ڈاکٹر نے سر ہلا دیا
ڈاکٹر : " کل "
تھوڑی دیر کے بعد شمسہ
کے پاس احسن بیگ بھی آ گیا۔
اسکو دیکھ کر عطاء اللہ کو کل واقعہ
یاد آ گیا۔ اور وہ بے اختیار
چلا اٹھا :
عطاء اللہ : " کشتی ۔ کیا کشتی میں
تم تھے۔ اور مرزا احسن ۔ مارا
گیا ہے "
احسن بیگ : (اس کے
پاس بیٹھ کر) ہاں ۔ عطاء اللہ
میں تم کو کل واقعہ سنائے
دیتا ہوں۔ تم بہت ہی بیمار
رہے ہو۔ ہم سکو کئی بار

تمہاری زندگی سے مایوسی ہو گئی
لیکن ڈاکٹر نے بڑی محنت کی
ہے۔ اور اب کہتا ہے۔ کہ تم
اچھے ہو جاؤ گے۔ آخرکار اس
جزیرہ میں بھی امن قائم ہو گیا۔
اس شب کو مجھ پر حملہ کیا گیا تھا
مرزا احسن نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔
جس نے میری شکل کا بھیس بدلا ہوا
تھا۔ میں اسے دیکھ کر حیران ہو گیا
اور پہچان نہ سکا۔ کہ کون ہے۔ وہ
یکایک مجھ پر جھپٹ پڑا اور اس
نے میرے پہلو میں چاقو بھونک دیا
باقی تم کو سب کچھ معلوم ہے۔ مجھ کو
کمل میں لپیٹ کر وہ کشتی میں چھوڑ
آیا۔ اور جب اس منحوس صندوق کو
لینے آیا۔ تو صفدر جنگ کی گولی نے
اسکا خاتمہ کر دیا۔ اتفاق سے
صفدر اور میرا بھائی دونوں ایک ہی
وقت میں یہاں پہنچے تھے۔ مرزا
احسن ضرور صندوق لے جاتا اور
پھر کو سمندر میں گرا دیتا۔ اگر
صفدر اسکو نہ مارتا۔ وہ بیٹا
بھی بدذات نکلا۔ اگر تم اس
کے روکنے کی کوشش کرتے۔ تو
تم کو بھی مار ڈالتا۔

صفدر کو بھی ہمارے
آدمیوں نے اسی غار میں گھیر کر
مار ڈالا جس میں سے وہ صندوق
چورایا گیا تھا۔ انسپکٹر صاحب
آئے اور ہم سب کو بمبئی لیگئے۔
وہاں ہم کو عدالت نے الزام
سے بری کر دیا۔
مرزا احسن کو یہاں کے
مقبرے میں دفن کر دیا اور صفدر
کی لاش اسکے رشتہ دار لے گئے
ہیں۔ اب امید ہے۔ کہ تم بہت
جلد تندرست ہو جاؤ گے۔ پھر
یہاں کا کاروبار تم سنبھالنا۔"
مجھے ابھی کچھ عرصہ کے بعد
صحت حاصل ہو گی۔"
چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد احسن بیگ
نے ان تمام جواہرات وغیرہ کو
فروخت کر دیا اور مرزا احسن کا
حصہ اس کے رشتہ داروں کو
جو وہ یورپ بھیجدیا۔ پھر چند
ماہ کے بعد احسن بیگ کی شادی
شمسہ کے ساتھ ہو گئی اور دونوں
آرام سے زندگی بسر کرنے لگے۔
عطاء اللہ مرتے دم تک ان
دونوں کے پاس رہا۔
احسن بیگ اس کی عزت کیا
کرتا۔ اور اس کی خدمت کرنا
فخر جانتا تھا۔"

گنج حکمت

واقعی یہ علم طبابت کا خزانہ ہے۔ اسمیں ہر مرض کی تشخیص، شناخت اور علاج درج ہیں۔ یہ ایک نہایت قلمی کتاب موسومہ شفاء البدنی مؤلفہ مشہور و معروف حکیم علوی خاں سہل اور بامحاورہ ترجمہ ہے۔ ہزاروں روپے خرچ کرنے پر بھی دستیاب نہیں ہو سکتی۔ اسمیں سستی اور کمزوری۔ نامردی اور جریان۔ احتلام۔ سرسام نزلہ۔ زکام۔ ضعف بصارت۔ آتشک۔ سوزاک۔ طاعون۔ تپ دق۔ بواسیر وغیرہ وغیرہ امراض کے لئے مجرب اور تیر بہدف علاج درج ہیں۔ علاوہ ازیں جنکے اولاد نہ ہوتی۔ اس کے مطالعہ سے اُن کی مراد بھی پوری ہو جاتی ہے۔ قیمت۔ (عہ)

مکمل فوٹو گرافی۔ اسمیں کل حالات فوٹو گرافی مکمل طور پر قلمبند کئے گئے ہیں۔ تمام ضروری سامان کا اندراج۔ بمعہ تراکیب استعمال مفصل طور پر کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے انجان سے انجان بھی اعلیٰ فوٹو گرافر بن سکتا ہے۔ اور ہزاروں روپیہ کما سکتا ہے۔ خاص کر فوٹو گرافروں کیلئے رہنمائی کا کام دیتی ہے۔ ضرور خرید کر مفاد حاصل کریں۔ قیمت (عہ)

روح لیلے۔ ماری کوریلی کے حیرت انگیز اور دردناک ناول کا ترجمہ منشی امجد حسین خاں صاحب مرحوم نے انگریزی سے اُردو میں نہایت محنت اور جانفشانی سے کیا ہے۔ قابل دید اور لاثانی ترجمہ ہے۔ آپ ایکبار شروع کر دیجئے۔ اور اخیر تک روح لیلے کے حسن لطف نظاروں کا قصہ ہی تمام نہیں ہوتا گویا خدا کے ساتھ جنگ وجدل ہے۔ قیمت۔ (۱عمر)

مخزن حکمت یا مفردات الادویہ۔ اس کتاب میں یونانی یعنی دیسی طب کی تمام ادویات کے ہر زبان میں ردیف وار بہ ترتیب حروف تہجی نام دیکر اُن کی ماہیت و شکل۔ رنگ۔ مزہ۔ خوشبو۔ طبیعت۔ بدل۔ تفصیل وار اور طبی افعال و خواص نہایت ہی مشرح اور عام فہم عبارت میں بیان کیا گیا ہے۔ دوا کا نام خواہ کسی زبان میں کیوں نہ ہو۔ فوراً حرف ردیف دیکھنے سے دوا کی پوری کیفیت اور دوسری زبان کا نام معلوم ہو سکتا ہے۔ مفید کتاب ہے۔ قیمت۔ (عمر)

تریاق اعظم۔ اس کتاب میں ہر قسم کے زہریلے جانوروں کے کاٹنے کا ذکر ہے۔ زیادہ تر اسمیں یہ لکھا گیا ہے۔ کہ سوئے ہوئے آدمی کو کوئی جانور کاٹ جائے۔ تو اس کتاب کے ذریعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کس جانور نے کاٹا ہے۔ اور اس کا علاج بھی درج ہے۔ قیمت۔ (۶/)

المشتہر حکیم رام کشن جنرل بک مرچنٹ شاہ عالمی دروازہ لاہور

سوزاک و قرحہ کی حکمی نادر دوائی

اگر انصاف سے دیکھا جائے تو یہ دوا اکسیر سے بڑھکر ثابت ہوئی ہے۔ ۲۴ گھنٹہ میں پیشاب کی سوزش جلن وغیرہ دور ہو کر پیشاب آسانی سے آنے لگتا ہے اور ایک ہفتہ پیچھے تو پوری صحت ہو جاتی ہے۔ پُرانے سوزاک کا قرحہ دو ہفتہ میں بالکل جاتا رہتا ہے۔ لطف یہ کہ یہ اُن ادویات کیطرح نہیں۔ جنکے استعمال سے سوزاک تو جاتا رہتا ہے۔ مگر دوسرے مرض بیطرح لاحق ہو جاتے ہیں۔ مثانہ کمزور ہو جاتا ہے۔ مرد کو کمزور کر دیتی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ اسے آزما کر ہمارے دعوے کی تصدیق کرینگے۔ قیمت صرف۔ (۱عہ)

گندھک کا عجیب تیل۔ یہ وقت تمام ہمنے تیل گندھک سے نکالا ہے۔ اور جسقدر یہ مشکل سے تیار ہوا ہے۔ اسیقدر یہ گرانبہا اور بیش قیمت ہے پھوڑا پھنسی۔ اسکو لگاتے ہی کافور ہو جاتے ہیں۔ یہ تیل رسولیوں کے کام بھی آتا ہے کیسا ہی نایاب مرہم کیوں نہو۔ اس کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہے۔ قیمت فی اونس۔ (۱عہ)

امساک کی گولیاں۔ لُطفِ زندگی اور بہار انسانی کا مزہ اُٹھانا اگر مقصود ہو تو ان گولیوں کو منگائیے۔ اور استعمال کیجیئے۔ یہ وہی گولیاں ہیں جنسے ترشائی استعمال کی جاتی ہے۔ قیمت فی بکس۔ اکیس گولی۔ (۱عہ)

درد فوطہ۔ بس اسقدر کہنا کافی ہے۔ کہ اس نادر الوجود دوا سے فوطوں کا درد۔ اور ورم بہت جلد دور ہو کر کلی آرام ہو جاتا ہے قیمت فی ڈبیہ۔ (۱عہ)

دمہ کی مجرب دوائی۔ دمہ بھی کیا تکلیف دہ مرض ہے۔ دو قدم چلے نہیں۔ کہ دم پھولنے لگا۔ ذرا کام کرنا۔ زینہ سے چڑھنا۔ اُترنا۔ تھوڑی دور چلنا۔ جان پر دشوار ہوتا ہے۔ غرض موت اس زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ ہمنے جو دوا تیار کی ہے اسکے استعمال سے سینکڑوں مایوس العلاج اچھے ہو گئے۔ اور ہوتے جاتے ہیں۔ قیمت۔ (۱عہ)

کھانسی کی گولیاں۔ خشک ہو یا تر کسی قسم کی کھانسی ہو۔ اسکے استعمال سے دور ہو جاتی ہے اور بمقابلہ اسکے اکسیر ہونے کے قیمت کچھ بھی نہیں فی بکس صرف۔ (۱عہ)

درد گردہ کی دوائی۔ یہ دوائی نہایت مجرب اور سریع التاثیر ہے۔ اسکے استعمال سے درد گردہ ہمیشہ کیلئے موقوف ہو جاتا ہے۔ اور گردوں میں طاقت آ جاتی ہے۔ اور نہایت پُر اثر ہے۔ قیمت فی بکس۔ (۱عہ)

